



ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلل اشاعت کا
35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

23 تا 29 ربیع الثانی 1448ھ / 6 تا 12 اکتوبر 2026ء

اس شمارے میں

ایمان اور امید

مومن کو جن ذرائع سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے، ان میں سے ایک کا نام امید ہے۔ یہ وہ احساس ہے جو زندگی کی ہر تاریک گونج کو نور کرتا ہے اور زندگی کی خوفناک اور پریشان کن گزریاؤں میں انسان کو عمل کی صاف سیدھی شاہراہ دکھاتا ہے۔ ہر زندگی کو اس سے بالیدگی ملتی ہے۔ تمدن کا عظیم نشان قلعہ اپنی تعمیر کے لیے اس کا مہزون منت ہے اور اسی کی بدولت سعادت و خوش بختی کا مزہ قائم رہتا ہے۔

امید انسان میں عمل کا داعیہ پیدا کرتی ہے اور مداومت عمل پر اسے ابھارتی ہے۔ کمال کو پست اور پست کو اوپر زیادہ سرگرم عمل بنا دیتا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کسان کو جو چیزوں رات کھیت میں خون پینہ ایک کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ اچھی فصل کی امید ہے۔ تاجر خطرناک سفر اختیار کرتا ہے تو فلاح کی امید پر۔ طالب علم

بھی محنت نہ کرتا اگر اسے کامیابی کی امید نہ ہوتی۔ ایک سپاہی اگر شجاعت و جوانمردی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا محرک فتح و ظفر مندی کی امید کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ مریض کڑوی کسلی دوا میں خوشی خوشی کھا لیتا ہے تو اس کی وجہ بھی صحت یاب ہونے کی امید ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک بندہ مومن اگر خواہش نفس کی مخالفت اور اپنے پروردگار کی ہر حالت میں اطاعت کرتا ہے تو اس عمل کے پیچھے بھی یہ امید ہی کا فرما ہوتی ہے کہ اسے اپنے پروردگار (اور اُس کے رسول ﷺ) کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی اور وہ اس کے انعامات فراوان کا مستحق ٹھہرے گا۔

جس طرح یاس اور کفر لازم و ملزوم ہیں اسی طرح امید اور ایمان بھی مستلزم ہیں چنانچہ ایک ایماندار سب سے زیادہ پر امید ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان نام ہی اُس اعلیٰ اور عظیم طاقت کو تسلیم کرنے کا ہے جو اس کائنات کا انتظام کر رہی ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور جو کسی کام سے عاجز نہیں۔ ایسی ہستی کو ماننے والا جو ہر مجبور و مضطر کی پکار سنتی ہے جو اب دیتی اور اس کی مصیبت کو دور کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے، چاہے امید کیسے ہو سکتا ہے۔

علامہ یوسف القرضاوی
ایمان اور زندگی

تنظیم اسلامی اور ملکی سیاست

خدمت خلاق کا حقیقی تصور
اور مغربیت کا تضاد

اقوام متحدہ کا جنرل اسمبلی کا اجلاس
اور بڑھتی ہوئی دہشت گردی

اے اللہ، پاکستان کی حفاظت فرما!

.....راکھ کا ڈھیر

امریکی مصنفہ کا مسلمان خواتین
کے نام خط

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں
کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!



قیامت کی وحشت سے بچاؤ کا سامان کرو اور دھوکے میں نہ پڑو



آیت: 33

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ لُقَاۡنِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَانِبٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا
إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿٣٣﴾

آیت: ۳۳ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ﴾ ”اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو اور ڈرو اُس دن سے جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہیں آئے گا۔“

﴿وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَانِبٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا﴾ ”اور نہ ہی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے گا۔“

باپ اور بیٹے کے حوالے سے قریب ترین رشتے کا ذکر کر کے گویا اس سے نچلے درجوں کے تمام رشتوں اور تعلقات کے بارے میں واضح کر دیا گیا کہ اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آ سکے گا۔

﴿إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا﴾ ”یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے“ تو (دیکھو!)

تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے دنیا کی زندگی۔“

ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کی زندگی کی زیب و زینت پر سمجھ کر اصل زندگی کو بھول جاؤ۔

﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ﴾ ”اور (دیکھنا!) تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اللہ کے حوالے سے وہ بڑا دھوکے باز۔“

اللہ کے بارے میں انسان کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے شیطان طرح طرح کے حربے آزما تا ہے۔ بعض اوقات وہ انسان سے کہتا ہے کہ اللہ بڑا غفار ہے اس کی رحمت اور مغفرت بہت وسیع ہے تم خواہ مخواہ گنہگار رہے ہو، کاہے کو تو بہ کا سوچتے ہو؟ اگر آج تمہیں موقع ملا ہے تو جی بھر کر عیش کر لو پھر یہ وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ رہا بخشش کا مسئلہ تو اس کی فکر نہ کرو اللہ بڑے بڑے گنہگاروں کو بھی بخش دے گا۔



جنت کی ضمانت



عَنْ عِبَادَةَ بْنِ جَرَّاحٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَضْمِنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمِنَ لَكُمْ الْجَنَّةُ أَصْدَقُ قَوْلًا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ وَأَدُّوا إِذَا اتَّيَمَنْتُمْ وَاحْفَظُوا أَرْوَاجَكُمْ وَعَضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَكَفُّوا أَيْدِيَكُمْ)) (رواه ابن حبان والحاكم)

حضرت عبادہ بن جراحؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (1) جب بات کرو تو سچ بولو (2) جب وعدہ کرو تو پورا کرو (3) جب تمہیں امین بنایا جائے تو اس (امانت) کا حق ادا کرو (4) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (5) اپنی نظریں نیچی رکھا کرو (6) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔“

تشریح: یہ سب ایمان کی خوبیاں ہیں جو بندہ مومن میں پیدا ہونی چاہئیں اور یہ ان صفات میں سے بعض ہیں جن کو قرآن مجید عمل صالح قرار دیتا ہے جو اللہ کے ہاں ایمان کے ساتھ مل کر نجات کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

تنظیم اسلامی اور ملکی سیاست

تنظیم اسلامی حکومت سمیت تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں، ریاستی اداروں اور عوام کے عمومی مزاج و فیصلوں پر تبصرہ کرتی ہے اور صبح و غیر خواہی کے جذبہ کے تحت مشورہ بھی دیتی ہے۔ سیاست ہمارے دین کا حصہ ہے۔ اسلام دین ہے، مذہب (religion) نہیں۔ دین متین میں جہاں انفرادی سطح کے معاملات پر رہنمائی دی گئی ہے وہیں اجتماعی سطح کے معاملات بشمول سیاست کے حوالے سے بھی رہنمائی موجود ہے۔ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور اس کی جگہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی پُر امن اور غیر مسلح انقلابی جدوجہد کے قائل ہونے اور اس کی کوشش کرنے کے ناطے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ تنظیم اسلامی کے سیاسی تبصروں اور عام سیاسی تجزیہ کاروں میں واضح فرق رہے۔ ہم جذبات میں گم نہ ہو جائیں، ہم اپنے تجزیوں میں سطحی باتوں میں نہ کھو جائیں۔ باطل نظام سے فائدہ اٹھانے اور اس کے زیر سایہ پروان چڑھنے، دن و گنی رات چوگنی ترقی کرنے، کبھی مار کھانے تو کبھی خود مارنے اور نظام کو بدلنے کی بجائے اُسے چلانے کی داعی سیاسی جماعتوں کی کنویں گ (canvassing) نہ کریں۔ ہمارے سیاسی تبصروں میں وقار اور مقصدیت ہر حال میں پیش نظر رہے۔ ہم عدل کے پیمانے کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور ملکی و ملی مفاد کے حوالے سے بھی تبصرہ کریں۔ ہم حتی الامکان اصولی، عادلانہ اور حق بات کہنے کی سعی کریں۔ ہر قسم کے تعصب اور طرف داری سے اجتناب کریں۔ حق بات ضرور کہی جائے لیکن اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے کہ نیت و ارادہ بھی برحق ہو اور بات کا انداز بھی شائستہ و برموقع ہو۔ دوسری طرف ہر غلط قدم یا فیصلہ پر تنقید کی جائے لیکن تنقید میں بھی انداز تعمیر ہو اور کسی کی طرف داری نہ کی جائے۔ سب کے غلط فیصلوں پر تنقید کی جائے۔ تنقید میں بھی دینی وقار و اخلاق کی پاسداری انتہائی ضروری ہے۔ بدکلامی، اشتعال انگیز رویہ اور خواہ مخواہ کی محاذ آرائی کا رویہ انتہائی نقصان دہ ہوتا ہے۔ سادہ الفاظ میں ہمارے سیاسی تبصروں میں مفاد پرست سیاست دانوں کی سرپھٹوں کا عکس نظر نہ آئے اور نہ ہی یہ ہمارا سطح نظر ہے۔ بقول بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ہر ذی شعور انسان سیاسی بصیرت ضرور رکھتا ہے۔ لہذا ہم اپنے جرائد میں مختلف زاویوں سے تحریر کی گئی سیاسی آراء کو بھی شامل کرتے ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ ادارہ اُن آراء سے متفق ہو۔ سنجیدہ اور باشعور (mature) معاشروں میں اختلاف رائے، تفرقہ تک نہیں پہنچا کرتا! ہمارے تبصروں میں یہ بات خاص طور پر پیش نظر رہے کہ غلبہ دین کی جدوجہد ہمارا ہدف ہے اور قیام پاکستان درحقیقت اس منزل کا پہلا نشان ہے۔ پھر یہ کہ اقامت دین کی جدوجہد بھی ہمارا ہدف تو ہے نصب العین نہیں۔ نصب العین تو ہر مسلمان کا یہی ہونا چاہیے کہ اللہ راضی ہو جائے اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے نجات حاصل ہو جائے۔ یہی اصل کامیابی ہے۔ مختصر یہ کہ تنظیم اسلامی نظری سیاست اور عملی میدان میں غیر مسلح، پُر امن انقلابی جدوجہد کی قائل ہے۔ پاکستان میں نظام کی تبدیلی کے لیے عملی میدان میں بیلٹ اور بٹ کے ہم قائل نہیں۔ ہمارے نزدیک بیلٹ کا راستہ (انتخابی سیاست) سے تو صرف چہرے بدلتے ہیں نظام نہیں، اور بٹ کا راستہ

ندائے خلافت
خلافت کی بنیادیں ہو پھر استوار
لاکھوں سے ہوندر اسلاف کا قلب جگر

تنظیم اسلامی ترجمان نظام خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد رحیم

23 تا 29 ربیع الثانی 1448ھ جلد 35

6 تا 12 اکتوبر 2026ء شمارہ 38

مدیر مسئول
شجاع الدین شیخ

مدیر اعزازی
حافظ عاکف سعید

مدیر
رضاء الحق

مجلس ادارت
• فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری
• وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سکرٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبوع: آر آر پرنٹرز، سکریاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

”دارالاسلام“ ملتان روڈ جگ لاہور۔ پتہ: 53800
فون: 35473375-78 (042)
E-Mail: markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36 کے مال روڈ لاہور۔ 54700
فون: 35889501-03 گیس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ ذی تعاون

اعزادوں ملک 1,200 روپے
بیرون پاکستان

امریکہ: کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
اٹلی، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پی آرڈر
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے عنوان سے ارسال
کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email: maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

پاکستان کے معروضی حالات اور مسلمانوں کے ملک ہونے کے باعث قابل عمل نہیں بلکہ فساد کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جب تک اسلامی انقلاب برپا نہیں ہو جاتا، حکومت اور ریاست تو بہر حال چلے گی اور چلانے کے راستے جمہوریت، آمریت یا بادشاہت ہیں۔ ہمارے نزدیک اسلامی انقلاب آنے سے قبل آمریت اور بادشاہت دونوں کے مقابلے میں (لنگڑی لولی ہی سہی) جمہوریت بہر حال کم تر برائی (lesser evil) ہے۔ اگلی بات یہ ہے کہ عوام کے حقوق کا بہر حال میں تحفظ کیا جائے اور کسی سیاسی جماعت یا اُس کے حامیوں اور ووٹرز، سپورٹرز پر جبر نہ ہو۔ ہم ہر فورم پر ہر ایسے جبر کے خلاف آواز اٹھاتے رہے ہیں اور اٹھاتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ! آئین و قانون کے مطابق صاف، شفاف اور غیر جانب دار انتخابات کا انعقاد ہو اور انتخابات کے نتیجے میں سامنے آنے والی عوام کی رائے کا احترام کیا جائے۔ یہ بھی یاد رہے کہ تنظیم اسلامی پر امن، غیر مسلح اسلامی انقلاب کو برپا کرنے کے لیے اپنے اصولی موقف اور منہج پر قائم ہے اور رہے گی۔ اس حوالے سے کسی اور موقع پر بات کریں گے۔ ان شاء اللہ!

قصہ کوتاہ موجودہ فرسودہ نظام کی بربادی اور تباہی بالکل واضح ہو چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آزادی سے پہلے جب ہم مکمل طور پر انگریزوں کے غلام تھے۔ اُس وقت سیاسی لحاظ سے مسلمان ایسے شکنجے میں تھے کہ دم نہیں مار سکتے تھے۔ لیکن 'آزادی' کے 79 برس بعد بھی ہم سیاسی حوالے سے اپنے قیام کی بنیاد یعنی اسلام کو بحیثیت نظام نافذ نہیں کر پائے۔ مغرب کا سیکولر جمہوری طرز حکومت آج سکہ رائج الوقت ہے، لیکن دنیا کے مختلف ممالک نے اپنے حالات، ماحول، جغرافیائی ہیئت اور اپنی تاریخ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس طرز حکومت کو اپنی ضروریات کے تحت ڈھال کر اپنایا ہے۔ برطانیہ میں پارلیمانی نظام ہے۔ یورپ میں کہیں مناسب نمائندگی ہے، کہیں صدر اور وزیراعظم دونوں موجود ہیں اور اختیارات کی ایک خاص تقسیم ہے اور کہیں امریکہ کی طرح خالص صدارتی نظام ہے۔ چین اور روس بھی جمہوریت کے دعوے دار ہیں، اگرچہ وہاں پر شہری حکومت سازی کے لیے ووٹ نہیں دے سکتے، صرف پارٹی کے ارکان ووٹ ڈالتے ہیں۔ لہذا روس کے صدر ولادیمیر پیوٹن 2036ء تک صدر رہیں گے اور چین کے صدر شی جن پنگ تاحیات صدر ہیں۔

ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے آزادی کے بعد نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے سابق حکمرانوں کی طرح پارلیمانی جمہوری طرز حکومت کا ڈول ڈال دیا۔ اگرچہ یہی غلطی بھارت نے بھی کی لیکن بعض وجوہات کی بناء پر انہیں یہ غلطی ابتدا میں اتنی مہنگی نہ پڑی۔ اولاً اس لیے کہ انہوں نے آزادی کے فوراً بعد جمہوریت دشمن جاگیرداری نظام کی جزاکاٹ دی۔ ثانیاً یہ کہ جس طرز حکومت کو انہوں نے اپنایا یعنی جمہوریت وہ کسی حد تک اس کے ساتھ مخلص رہے۔ پھر یہ کہ بھارت کے سیاست دان بھاگ بھاگ کر جی ایچ کیو نہیں جاتے کہ مخالف سیاست دانوں کی

شکایتیں لگائیں اور نہ ہی اُن کی فوج "پیارے ہم وطنو" کہنے کے لیے تیار بیٹھی ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ ہندو کے پاس اپنا کوئی نظام نہیں تھا، اُسے کہیں نہ کہیں سے تو نظام مستعار لینا ہی تھا، لہذا سکھ رائج الوقت کو اپنے ہاں نافذ کر لیا جس سے انہیں دنیا کی مدد بھی دستیاب ہو گئی۔ تاہم بھارت بھی اب بی جے پی اور آر ایس ایس کے ہاتھ آچکا ہے۔ بہر حال ہمارا معاملہ یہ ہوا کہ ہم نے اُن کی بھی نہ سنی جنہیں ہم مصور پاکستان کہتے ہیں۔ جو اس دار فانی سے کوچ کرنے سے پہلے کہہ گئے۔ "خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی"

مزے کی بات یہ ہے کہ جمہوریت پر ایمان کے جتنے نعرے ہمارے سیاست دانوں نے لگائے، یورپ اور امریکہ میں کسی نے نہیں لگائے ہوں گے۔ "جمہوریت ہماری سیاست ہے"، "جمہوریت بہترین انتظام ہے"، "صاف چلی، شفاف چلی"۔ ہمارے ہاں کسی چور ڈاکو بلکہ زانی اور قاتل کو اتنا قابل مذمت نہیں سمجھا جاتا جتنا جمہوریت کی شان میں گستاخی کرنے والے کو سمجھا جاتا ہے۔ اور اب جمہوریت کے نام پر مملکت خداداد پاکستان پر ہائبرڈ نظام نافذ ہے اور اپوزیشن جس کی ایک صوبہ میں حکومت بھی ہے کسی سے کم نہیں۔ ہر طرف جبر اور افراتفری کی فضا ہے۔ اللہ رحم کرے!

آہ! یہ اس قوم کا حال ہے جسے قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مکمل نظام حیات عطا کیا گیا۔ بلا تشبیہ عرض کئے دیتے ہیں اُس شخص کو کیا کہیے گا جو اپنے ہیرے، جواہرات کی کان کو تالا لگا دے، جو اپنے گھر کے نیچے بہتی دودھ اور شہد کی نہروں سے منہ پھیر لے اور کشکول پکڑے، گداگری کے لیے دوسروں کے در پر رُسوا ہوتا رہے۔ کیا کہیں گے اُس شخص کو جو روشنی کے مینار کی طرف پشت کر لے اور تاریکیوں میں شو کریں کھا رہا ہو۔ دریا کے کنارے اگر کوئی پیاسا رہے تو کوئی اسے کیسے سیراب کرے گا؟ کب تک ہم حالات کا رونا روئیں گے، کب تک ہم نوے پڑھتے رہیں گے، کب تک محض لعن طعن پر گزارا کریں گے، کب تک محض خاموش تماشا کی بنے رہیں گے۔ کب تک ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہیں گے۔ کب تک آسائشیں ہمارا دامن تھام کر ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے سے روکتی رہیں گی۔ کب تک ہم اس دقیانوسی نظام سے پستے رہیں گے۔ کب تک ہم دینِ متین کے قیام کے لیے میدان میں اترنے سے کتراتے رہیں گے۔ اور کب تک ہماری غیرت و حمیت پرچہ کے لگتے رہیں گے۔ کب تک سودی قرض کے نشے میں ہم مدہوش رہیں گے۔ کب تک قدرت صرف نظر کرتی رہے گی، کب تک بکرے کی ماں خیر منائے گی!

اللہ تعالیٰ پاکستان کی حکومت، ریاستی اداروں، اپوزیشن، علماء، عوام سب کو، ہر پاکستانی کو صحیح فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



خدمت خلق کا حقیقی تصور اور مغربیت کا تضاد

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)



مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈینس کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ رحمہ اللہ کے 25 ستمبر 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اصل مفلس وہ ہوگا جو روز قیامت اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس نے بہت سی عبادات کی ہوں گی مگر ساتھ حقوق العباد کا خیال نہ رکھا ہوگا۔ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا دل دکھایا ہوگا، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا۔ آج ہم دیندار اس شخص کو کہتے ہیں جو نماز، روزہ کا اہتمام کرتا ہے، چاہے وہ شراب بھی پیتا ہو، جو ابھی کھیتا ہو، رقص و سرور کی محفلوں میں بھی جاتا ہو، سود خوری بھی کرتا ہو، رشوت خوری بھی کرتا ہو لیکن نماز پڑھتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نمازی ہے۔ حالانکہ نماز عبادات میں سے ایک اہم ترین عبادت ضرور ہے لیکن اللہ کی عبادت یعنی بندگی، مسجد کے باہر بھی اتنی ہی لازم ہے جتنی مسجد کے اندر لازم ہے۔

آج ہم نے عبادت کو صرف مسجد تک محدود سمجھ لیا ہے۔ باہر نکل کر ہم کتنے لوگوں کی دل آزاری کرتے ہیں، کتنی گالیاں دی جاتی ہیں اور سوشل میڈیا پر کتنے لوگوں کی عزتیں اچھالی جاتی ہیں، کتنے لوگوں پر بہتان لگائے جاتے ہیں۔ کتنے لوگوں کا مال ہڑپ کیا جاتا ہے۔ اور تو اور ہمارے ملک میں کرپشن کو روکنے کی ذمہ داری جس ادارے (FBR) کو سونپی گئی ہے، اسی کے چیئرمین کہتے ہیں کہ 13 سو ارب روپے کی کرپشن اس ادارے میں ہوئی ہے۔ باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ اعلیٰ سطح پر گویا لوٹ مار کی رئیس لگی ہے، دین دشمنوں کے ساتھ ڈیلز ہو رہی ہیں، قوم کو بچ کر پسہ سکایا جا رہا ہے۔ عام عوام کا کیا حال ہوگا۔ یہی وجہ ہے، چوری، ڈاکے، ڈخیرہ اندوزی، زمینوں پر قبضے اور ہر طرح کا ظلم اور نا انصافی ہمارے معاشرے میں عام ہو چکی ہے۔ اس سب کے ساتھ ساتھ اگر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی ہو رہا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہونے والا کیونکہ

فلاح اور حقیقی کامیابی کے ضامن ہیں۔ مادر پدر آزادی والے حقوق جن کا تصور مغرب سے آتا ہے، کبھی انسانیت کی فلاح کے ضامن نہیں ہو سکتے۔ ان تصورات کی وضاحت کے لیے آج ہم ان شاء اللہ دو احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں گے۔ پہلی حدیث جامع ترمذی سمیت حدیث کی کئی کتب میں موجود ہے۔ اس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بقول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَتَذَرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟)) ”اے میرے صحابہ! کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟“ صحابہؓ نے حضورؐ کے سامنے بات رکھی:

مرتبة ابو ابراہیم

((الْمُفْلِسُ فِيمَنْ لَّا جِزْهَ لَهُ وَلَا مَقَاعَ)) ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو مفلس اس کو سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو، مال و دولت، ساز و سامان نہ ہو۔“ ((فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّيِّ مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا)) ”فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو روز قیامت اس حالت میں آئے گا کہ اس نے بہت سی نمازیں ادا کی ہوں گی، روزے رکھے ہوں گے، زکوٰۃ ادا کی ہوگی مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا۔ اب دیکھئے یہاں جو بات آ رہی ہے، اس میں دین کا ویژن کلیئر ہو جاتا ہے کہ یہ کس طرح کا تصور حیات دیتا ہے اور انسانی زندگی میں ترجیحات کیا ہونی چاہیں۔ مادہ پرستانہ سوچ رکھنے والا یہی کہتا ہے کہ مال و دولت، جائیداد وغیرہ تو عزت ہے، اگر یہ نہیں ہے تو مفلس ہے۔

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد!

اسلام دین فطرت ہے جو انسانیت کی فلاح، خدمت اور بھلائی کی جس قدر تعلیم دیتا ہے اور جس قدر خیر کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے، کسی اور مذہب یا انسانی عقل کی بنیاد پر بنائے گئے نظاموں میں اس کا تصور بھی نہیں مل سکتا۔ مگر آج مغرب سے مرعوبیت اور غلامانہ ذہنیت اس قدر پروان چڑھ چکی ہے کہ ہماری عظیم اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ سوشل ویلفیئر یا خدمت خلق کا تصور مغرب سے آیا ہے۔ اسی غلامانہ ذہنیت کی وجہ سے آج یہ سلوگن بھی ہمارے معاشرے میں عام ہو رہا ہے کہ:

"Humanity is my religion."

آج ہم بھی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مخلوق کے کام آنا، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا، انسانوں سے اچھا برتاؤ کرنا، انسانوں کی خدمت کرنا ہی اصل دین ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گویا کہ اسلام کو دین ماننے میں ہمیں شرم آتی ہے۔ وہ رب جو تمام جہانوں کا خالق اور مالک ہے، جس نے انسان کو پیدا کیا، اسی نے انسانوں کے لیے دین اسلام عطا کیا، اس سے بہتر کون جانتا ہے کہ انسانوں کے لیے بھلائی کس میں ہے اور دین کے تقاضے کیا ہیں؟ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جو رحمت اللعالمین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون انسانوں کا خیر خواہ ہو سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کی تعلیم دی، اس سے بڑھ کر کونسا دین انسانوں کے لیے بہتر ہو سکتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ انسان کو اللہ نے اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے، انسان کی اصل فلاح آخری کامیابی میں ہے۔ آخرت کی تیاری کے لیے اسے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ (گویا دنیا کی زندگی ایک امتحان ہے) لہذا وہ حقوق جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں وہی انسانیت کی

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمادیا کہ ایسا شخص روز قیامت حقیقی معنوں میں مفلس ہوگا۔ آگے فرمایا:

((وَسَفَلَكَ ذَمُّ هَذَا)) اور کسی کا خون بہایا ہوگا۔

آج ہمارے شہروں میں کتنی لاشیں گر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ سو سو قتل کا اقرار کرنے والے مجرم آزاد گھوم رہے ہیں۔ ایک ادارے نے کہا ہم نے 6 ہزار نارتھ کٹر پکڑے مگر ایک کو بھی سزا نہیں ہوئی۔ خون کی ندیاں بہاؤ جاری ہیں۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک ایک بندے کی جان کتنی قیمتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خانہ کعبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے کعبہ! تو اللہ کی نگاہوں میں کس قدر محترم ہے لیکن اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک مسلمان کی جان تجھ سے بڑھ کر اللہ کی نگاہوں میں محترم ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں آگے فرمایا:

((وَضَرَبَ هَذَا)) یا مار پیٹ کی ہوگی۔

آج مار پیٹ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، کرائے کے غنڈے اور بد معاش گھروں میں گھس کر مار پیٹ کر رہے ہیں، پیچھے کہیں قبضہ مافیا ہوتا ہے، کہیں گزے ہوئے نواب زادے معمولی بات پر کسی راہ گیر پر گولی چلا دیتے ہیں۔ اللہ کے دین نے ایسے جرائم کے سد باب کے لیے شرعی سزائیں مقرر کی تھیں تاکہ لوگوں کی جان، مال، عزت اور آبرو محفوظ ہو۔ آج یہ سزائیں نافذ نہیں ہیں تو جان، مال، عزت اور آبرو کچھ بھی محفوظ نہیں ہے۔ آگے فرمایا:

((فَيُغْضَىٰ هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ. وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ)) تو (اُس کا بدلہ) اس کی نیکیوں میں سے (ہر) اُس شخص کو دیا جائے (جس کا حق مارا گیا ہوگا)۔

روز قیامت جب پیشی ہوگی تو ایسے شخص کی نماز، روزہ، زکوٰۃ سمیت جتنی بھی عبادت کی ہوں گی، جتنی بھی نیکیاں کی ہوں گی، ان میں سے ہر اس شخص کو بدلہ دیا جائے گا جس کو گالی دی ہوگی، جس پر بہتان لگایا ہوگا، ناحق مار پیٹ کی ہوگی، جس کا مال کھایا ہوگا یا کسی کے ساتھ جو بھی ظلم کیا ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہاں درہم اور دینار بندے کے کام نہیں آئیں گے۔ کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی۔ نہ باپ مدد کے لیے آئے گا، نہ ماں، نہ اولاد اور نہ ہی کوئی دوسرا عزیز۔ ہر بندے نے اپنے اعمال کا حساب خود دینا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْدًا﴾ (مریم) اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اُس کے پاس اکیلے اکیلے۔

وہاں روپیہ پیسہ کام نہیں آئے گا، صرف اعمال کی کرنسی ہی کام آئے گی اور جس کے ساتھ ظلم کیا ہوگا اُس کا بدلہ اپنے اعمال سے دینا ہوگا۔ آگے فرمایا:

((فَإِنْ قَبِلْتُمْ حَسَنَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقْضَىٰ مَا عَلَيْهِ أُجِدَّ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ)) اور اگر اس پر جو ذمہ ہے اس کی ادائیگی سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہوں کو لے کر اس پر ڈالا جائے گا۔ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ دارالجزاء آخرت ہے۔

ہر ایک کے کیے کا بدلہ وہاں ملے گا۔ مظلوموں کی دادرسی کے لیے اللہ تعالیٰ ظالم کے نیک اعمال میں سے بدلہ دلائے گا اور جب اُس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہوں کا بوجھ اُس پر ڈال دیا جائے گا۔ اس طرح اُس بندے کے کھاتے میں سوائے گناہوں کے کچھ نہ بچے گا جس کے دنیا میں نماز، روزہ تو بہت ہوں گے لیکن ساتھ ساتھ انسانوں کے حقوق پر بھی ڈاکہ ڈالا ہوگا، اس طرح وہ حقیقی معنوں میں مفلس ترین آدمی بن جائے گا۔ آگے فرمایا:

((تُطْرَحُ فِي النَّارِ)) پھر اس کو اٹھا کر جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

یہاں اللہ کا دین ہمیں بتا رہا ہے کہ اللہ کی عبادت بھی ضروری ہے لیکن ساتھ بندوں کے حقوق کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ صرف عبادت کام نہیں آئیں گی اور روز قیامت اُس کے تمام نیک اعمال بندوں کے حقوق کے بدلے میں دے دیے جائیں، پھر بھی اگر ازالہ نہ ہو تو لوگوں کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈالے جائیں گے اور اس کا انجام دردناک عذاب ہوگا۔ آج ہم مغرب سے انسانی حقوق کا سبق لیتے ہیں حالانکہ اللہ کے دین میں جو تعلیم موجود ہے اس سے بڑھ کر نیکی اور بندوں کے حقوق کا تصور کہیں بھی نہیں مل سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم اللہ کے حقوق کو ہلکا سمجھ لیں۔ یہ سارے احکامات اللہ کے ہیں۔ بندوں کا حق ادا کرنا اللہ کا حکم ہے، یہ مخلوق کی وجہ سے نہیں خالق کی وجہ سے کرنا ہے۔ روز قیامت اللہ کے سامنے ہی پیش ہونا ہے اور تمام حقوق کے بارے میں جواب دہ ہونا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنے حق کے بارے میں ہی پوچھے گا۔ قیامت کے دن پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا۔ بعض لوگ حقوق اللہ کو باقی پاس کر کے صرف حقوق العباد کی بات کرتے ہیں، یہ بھی غلط تصور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اس سے پہلے کہ کل اللہ کے سامنے کھڑے

ہوں اور ندامت و شرم ساری ہو، اللہ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

دوسری حدیث مبارک

یہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور ایک بندے کے درمیان ہونے والے مکالمہ کو نقل فرمایا ہے۔ یہ روایت صحیح مسلم سمیت دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔ اس کے راوی بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنِ آدَمَ، مَرِّضْتُكَ فَلَمْ تَعُدَّنِي)) بے شک اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہو گیا تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔

بندہ عرض کرے گا: ((يَا رَبِّ كَيْفَ أَغْوَدْتُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ)) اے رب! میں تیری عیادت کیسے کر سکتا ہوں؟ تو تو رب العالمین ہے۔

((قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرَضَ فَلَمْ تَعُدَّهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدَّتَهُ لَوْجَدْتَنِي عِندَهُ)) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے پتہ ہے میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اُس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے خبر ہے، اگر تو نے اُس بیمار بندے کی عیادت کی ہوتی تو مجھے اُس کے پاس پالیتا۔

مراد یہ ہے کہ اگر وہ شخص بیمار بندے کی عیادت کرتا تو اللہ کی رضا اور خوشنودی اُس کو مل جاتی۔ پھر اللہ فرمائے گا:

((يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَظَعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعَمْنِي)) اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔

بندہ عرض کرے گا:

((وَكَيْفَ أَطْعَمْتُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ)) میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ تو تو رب العالمین ہے۔

((قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوْجَدْتَنِي ذَلِكَ عِندِي)) رب فرمائے گا: تجھے خبر ہے میرے بندے اگر تو نے اس میرے بندے کو کھلایا ہوتا تو مجھے اُس کے پاس پالیتا۔

معلوم ہوا کہ بیمار کی عیادت کرنا یا بھوکے کو کھانا کھلانا اللہ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو نہ بھوک کی حاجت ہے اور نہ ہی کوئی بیماری یا نیند آسکتی ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی شان یوں بیان فرماتا ہے:

﴿وَهُوَ يُطْعِمُهُ وَلَا يُّغْنِمُهُ﴾ (الانعام: 16)

”اور وہ کھانا کھاتا ہے اُسے کھلایا نہیں جاتا۔“

نصاری کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں اور خدا کے بیٹے ہیں۔ اللہ نے اس باطل عقیدے کا رد تین الفاظ میں کر دیا۔ فرمایا:

﴿كَانَ يَأْكُلُ الطَّعَامَ﴾ (المائدہ: 75) ”وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ یعنی کھانا، پینا، سونا اور دیگر حاجات بندے کو لاحق ہوتی ہیں۔ اللہ ان چیزوں سے پاک ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی اور رضا کو بندوں کے حقوق کی ادائیگی سے جوڑ رہا ہے۔ حدیث میں آگے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَسْقِئُوا مِنْ رِجِّ رَبِّ الْعَالَمِينَ))
 قَالَ: اسْتَسْقِئَا عِنْدِي فَلَا تَكُنَا كَالْعَالَمِينَ
 قَالَ: اسْتَسْقِئَا عِنْدِي فَلَا تَكُنَا كَالْعَالَمِينَ
 إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي))

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”اے آدم کے بیٹے! مجھے پیاس لگی تھی، تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اللہ! میں تجھے کیسے پلاتا؟ تو رب العالمین ہے، تجھے پانی کی پیاس کی کیا حاجت؟ اللہ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا، تو نے اس کو پانی نہیں پلایا، اگر تو نے اسے پانی پلایا ہوتا تو اُسے میرے پاس پالیتا۔“

ایک اور روایت میں چوتھی بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”اے میرے بندے! میں بے لباس تھا، تو نے مجھے لباس نہ پہنایا۔ بندہ عرض کرے گا: مالک! تو تو رب ہے، تجھے لباس کی کیا حاجت؟ اللہ فرمائے گا: میرے فلاں بندے کو لباس کی حاجت تھی، اگر تو نے اُسے لباس پہنایا ہوتا تو مجھے پالیتا۔“

اللہ تعالیٰ کو تو لباس کی حاجت نہیں ہے لیکن اللہ کے بعض بندوں کو لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ غریب، مسکین، یتیم جن کے پاس ذریعہ روزگار نہیں ہوتا۔ وہ محتاج ہوتے ہیں۔ ان کے لباس کا بندہ دوست کرنا اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوا کرتا ہے۔

یہ ساری تعلیمات ہمارا دین عطا کرتا ہے۔ ان سے بڑھ کر خدمتِ خلق کا تصور کہاں سے ملے گا؟ اس کے بعد ہمیں مغرب کا ذہنی غلام بننے کی کیا ضرورت ہے۔ ان احادیث میں کس قدر مونیویشن ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ

نے بھوکوں کو کھانا کھانے، پیاسوں کو پانی پلانے، بیماروں کی عیادت کرنے، محتاجوں اور مسکینوں کے لیے لباس کا انتظام کرنے اور اسی طرح اللہ کے بندوں کے دیگر حقوق کو ادا کرنے کو براہِ راست اللہ کی خوشنودی اور رضا سے جوڑ دیا۔ اس میں ایک بڑی تعلیم یہ بھی ہے کہ خدمتِ خلق کا جذبہ اچھی بات ہے لیکن اس کا واحد مقصد رب کی رضا ہونی چاہیے۔ آج تو سوشل میڈیا پر خوب پزیرائی حاصل کرنے، الٹس اور فالورز حاصل کرنے کے لیے ”خدمتِ خلق“ کی تصاویر اور ویڈیوز پوسٹ کی جاتی ہیں۔ دنیا کو پتہ کیسے چلے گا، ہم خدمتِ خلق کر رہے ہیں۔ یہ سوچ اور نیت اگر ہو تو اس کا آخرت میں کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ مغرب کے خدمتِ خلق کے تصور میں یہ سب خرابیاں موجود ہیں۔ وہاں اس جذبے کی کوئی پائیدار اور شعلوں بنیاد موجود نہیں ہے۔ اسلام خدمتِ خلق کی جو تعلیم دیتا ہے، اس میں دکھاوا نہیں ہے، ریاکاری نہیں ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر کسی کو ایک ہاتھ سے دو تودوسرے ہاتھ کو پتہ نہ چلے۔ یعنی نیت صرف ”رب کی رضا ہو“۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں اور خلافتِ راشدہ کے دور میں خدمتِ خلق کی جو

مثالیں قائم ہوئیں، کیا پوری دنیا کی تاریخ میں ان کی مثال کہیں مل سکتی ہے؟ یہاں تک کہ خلیفہ وقت رات کو گشت کیا کرتے تھے کہ کوئی بھوکا تو نہیں سویا، کوئی کسی تکلیف میں تو مبتلا نہیں ہے۔ پھر اپنے کندھوں پر کھانے پینے کا سامان اٹھا کر ضرورت مندوں کو پہنچاتے۔ آج ہمارے بعض لوگ مغرب سے مرعوب ہو کر بل گینس وغیرہ کی مثالیں دیتے ہیں جبکہ ہم بھول جاتے ہیں پچھلے 100 برسوں میں دنیا میں سب سے زیادہ خون بھی مغرب نے ہی بہایا ہے، دنیا کے وسائل پر، زمینوں، جاگیروں اور ملکوں پر قبضے مغرب نے کیے ہیں، دوسروں کا مال ناجائز طور پر مغرب نے لوٹا ہے۔ مسلمانوں کا سب سے زیادہ خون مغرب نے بہایا ہے۔ عراق، شام، لبنان، افغانستان، لیبیا، سوڈان، کشمیر، برما، فلسطین میں مسلمانوں کی نسل کشی مغرب نے کی ہے۔ یہ کوئی خدمتِ خلق ہے؟ اس سب کے باوجود ہمارے لیے دُوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم مغرب کو خدمتِ خلق کے تصور سے جوڑیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! ❀❀❀

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(24 تا 30 ستمبر 2026ء)

جمعرات 24 ستمبر: مرکزی اسماء کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔ دوپہر میں ”NED University Karachi“ میں ”Intellectual and Actionable Lessons from the Seerah of Prophet (SAAW)“ کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے۔

جمعہ المبارک 25 ستمبر: خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی میں ارشاد فرمایا۔ سہ پہر میں اہل خانہ کے ہمدرد یرینہ و بزرگ ساتھی مرحوم شاہد حسن کے گھر تعزیت کے لیے جانا ہوا۔

ہفتہ 26 ستمبر: دوپہر تا شام دوپہر ڈکاسٹ ریکارڈ کروائیں۔ جن میں سے ایک آن لائن ریکارڈ کی گئی۔ نظامِ خلافت، منہج انقلاب نبوی ﷺ، اسلامی بینکاری، حالات حاضرہ اور تنظیم اسلامی کی فکر و طریقہ کار سے متعلق گفتگو کی۔

اتوار 27 ستمبر: دن میں ایک صبیحہ ڈاکٹر شمس العارفین کے قائم کردہ ادارہ ”أم شمس اکیڈمی“ کی دعوت پر ”تصور دین اور فرضیت اقامت دین“ کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے۔ مقامی نظم اور فقہاء کی بھرپور شرکت رہی، جنہوں نے انتظامی و دعوتی ذمہ داریاں بھی ادا کیں۔

بدھ 30 ستمبر: دن میں مرکزی اسماء کے ایک خصوصی اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔ رات کو لاہور آمد ہوئی۔ معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز دیگر تنظیمی امور انجام دیے۔ متفقہ قرآنی انساب کے حوالہ سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگز کروائیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت و عیادت کے حوالہ سے رابطہ رہا۔

اسرائیل اور اسرائیلی فوجی حملے کے دوران اسرائیلی فوجیوں کے ساتھ جنگ شروع کرنا گئے ہیں اور اسرائیلی

وزیراعظم پاکستان نے فلسطین اور کشمیر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی خبریں اقوام متحدہ کے اجلاس میں سنائیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ اسرائیل اور انڈیا کے مظالم کے خلاف پاکستان کا رد عمل کیا ہوگا: بریگیڈیئر (ر) جاوید احمد

اقوام متحدہ کے ساتھ مذاکرات کے لیے دینی جماعتوں کے رہنماؤں کو بھیجا جائے گا اور ان کے لیے اس پر چارے

”اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا 81 واں سربراہی اجلاس اور برصغیر ہونے کی دہشت گردی“ پروگرام ”مضافہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اہتمام خیال

میزان مذہم

اس کے برعکس انہوں نے صرف مذمت کے الفاظ کا ہی اعادہ کیا۔ قاتل کو اگر آپ قاتل نہ کہیں اور ڈھکے چھپے الفاظ میں اس کی مذمت کریں تو اس نے کیوں اپنا جرم تسلیم کرنا ہے؟ وہ تو قاتل کا دفاع کرے گا۔ مسلم ممالک کو چاہیے تھا کہ وہاں اپنا کوئی نظریہ پیش کرتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

”جہنمیں کیا ہو گیا ہے کہ تم جنگ نہیں کرنا چاہتے ایسی قوم سے جنہوں نے اپنے قول و قرار توڑ دیئے اور رسول کو جلاوطن کرنے کا قصد کیا اور انہوں نے ہی آغاز کیا تھا تمہارے ساتھ پہلی مرتبہ۔ کیا تم ان سے ڈر رہے ہو؟ اللہ زیادہ قادر ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔“ (التوبہ: 13) اسرائیل نے بار بار معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کو ان کی زمین سے نکال دیا، ان کے شہر تباہ کر دیئے، ان کے گھر سہارا کر دیئے، لاکھوں مسلمان بچوں، عورتوں اور مردوں کو شہید کر دیا۔ ایسی حالت میں تو اللہ ظالموں کے خلاف جنگ کا حکم دے رہا ہے:

”تم ان سے جنگ کرو اللہ انہیں غذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور ان کو رسوا کرے گا اور تمہاری مدد کرے گا ان کے مقابلے میں اور بہت سے اہل ایمان کے سینوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے گا۔“ (التوبہ: 13)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تو صاف صاف ہمیں بتایا کہ اگر تم میرے حکم کے مطابق مظلوموں کی امداد کو نکلو گے تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ ان حالات میں اللہ کا حکم ماننے کی بجائے اگر ہم ایسے الفاظ ڈھونڈتے رہیں جن سے دشمن ناراض بھی نہ ہو تو پھر بتائیے کہ دشمن اپنے ظلم کو عظیم کیوں کہے گا؟ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے جب کہا کہ تم غزوہ میں نسل کشی کے مرتکب ہو رہے ہو تو اسرائیل کے سفیر نے کہا کہ تم استغنیٰ دے کر گھر چلے جاؤ، تم کون ہو تے ہو ہم سے پوچھنے والے۔ اسرائیل نے یہاں تک

پلیٹ فارم بن کر رہ گیا ہے۔ یعنی جب کوئی سانحہ رونما ہو رہا ہوتا ہے تو اس کو روکنے کے لیے اس کے پاس کوئی ضابطہ یا فورس نہیں ہوتی اور جب سانحہ رونما ہو جاتا ہے تو پھر صرف واہلا کرنے کے لیے یہ پلیٹ فارم استعمال ہوتا ہے۔ ایک دیگر معیار بھی اس ادارے کا ثابت ہو چکا ہے کہ جب مسلمانوں کا کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو اس پر خاموشی اختیار کی جاتی ہے، لیکن جب غیر مسلموں کا کوئی مسئلہ ہو تو اس پر فوراً ایکشن لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان کے معاملے میں ہوا۔ جب فلسطین، کشمیر وغیرہ کے معاملے پر آج تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ یہ سب وہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

غریباں ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں امن قائم نہیں ہو رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں امریکہ، اسرائیل اور انڈیا جیسے دہشت گرد ملک جو دنیا میں امن کے دشمن ہیں، کے ہاتھوں یہ ادارہ یہ فعال بنا ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کے جتنے بھی سیکرٹری جنرل آئے وہ پتھرے چپختے چلاتے رہے، لیکن وہ بڑی طاقتوں کے سامنے بے بس رہے۔ لہذا اس ادارے کے قیام کا جو مقصد تھا وہ پورا نہیں ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

سوال: اقوام متحدہ کے 81 ویں اجلاس میں اسرائیلی وزیراعظم بنیتن یا ہونے بھی تقریر کی اور انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ غزوہ میں ہونے والے مظالم اور نسل کشی کو جھوٹ قرار دیا۔ آپ اس پر کیا کہیں گے؟

بریگیڈیئر (ر) جاوید احمد: ہمارے لیے یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کوئی شخص اتنی دیدہ و دلیری کے ساتھ اتنے بڑے پلیٹ فارم پر اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول سکتا ہے۔ وہاں پاکستان سمیت اتنے مسلم ممالک کے سربراہان موجود تھے، کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اسرائیل ایک قاتل ملک ہے اور ہم اس کا حساب لینے آئے ہیں۔

سوال: اقوام متحدہ کا ادارہ دنیا میں امن کے قیام کے لیے وجود میں آیا تھا لیکن اپنے قیام کے 81 سال بعد بھی دنیا میں امن قائم کرنے میں ناکام ہے۔ چاہے یوکرین اور روس کی جنگ ہو، چاہے ایران اور امریکہ کی جنگ ہو، اگر اقوام متحدہ ان کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تو پھر دنیا میں امن کیسے قائم ہوگا؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: جنگ عظیم دوم کے بعد جب یہ ادارہ قائم ہوا تو امیدیں بہت لگائی گئی تھیں لیکن جیسے کہا جاتا ہے کہ ”میری تعمیر میں مضمحل ہے ایک صورت خرابی کی“ تو شروع سے اس کی بعض خرابیاں کھل کر سامنے آنا شروع ہو چکی تھیں۔ سب سے بڑی اور پہلی خرابی یہ تھی کہ سلامتی کونسل کے مستقل اراکین کو وینو پاور دے دی گئی جس سے اس ادارے میں جمہوریت کی لٹی ہو گئی۔ جس کی لاشی اس کی بھینس کے مصداق پانچ ممالک نے گویا پوری دنیا کو یہ فعال بنالیا۔ جون 2025ء میں سلامتی کونسل کے 14 ممالک نے غزوہ میں مستقل جنگ بندی کی قرارداد پاس کی لیکن امریکہ نے وینو کر دیا۔ حالانکہ دنیا میں لاکھوں لوگ غزوہ پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف سڑکوں پر نکل چکے تھے، یونیورسٹیز میں مظاہرے ہو رہے تھے، ایک بہت بڑی امید پیدا ہو گئی تھی کہ اہل غزوہ کو انصاف ملے گا لیکن امریکہ کے ایک ووٹ نے امن کے خواب کو بکھیر کر رکھ دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی اپنی کوئی فوج نہیں ہے۔ جب کسی ملک میں قیام امن کے لیے قرارداد پاس ہو بھی جائے تو اقوام متحدہ مانگے مانگے کی فوجوں کو امن قائم کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ اسی طرح اس کی اپنی کوئی معاشی قوت بھی نہیں ہے۔ ادارے کے ملازمین کو تنخواہیں دینے کے لیے بھی یہ امریکہ اور دوسری طاقتوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جس کا محتاج ہوگا، اسی کے مفادات پورے کرے گا۔ پھر یہ کہ یہ صرف مرثیہ گوئی کا

کہا ہے کہ اس نے غزوہ لبنان اور شام کے جن علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے ان کو وہ کسی صورت چھوڑنے والا نہیں ہے۔ اسرائیل کو یہ حوصلہ ہم نے خود دیا ہے۔ اگر مسلم ممالک سے کوئی ایک ملک بھی اس کا ہاتھ جھٹکنے والا ہوتا تو آج وہ اتنی دیدہ دلیری سے ایسے نہ بول رہا ہوتا۔

سوال: یقین یا ہو کی تقریر کے دوران 77 ممالک کے سربراہان نے واک آؤٹ کیا۔ لیکن یہی ممالک فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے لیے دنیا میں کوئی مشترکہ آواز کیوں نہیں بلند کرتے؟

رضاء الحق: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مکمل لائحہ عمل امت مسلمہ کو دے دیا ہے۔ سب سے پہلا کام جو امت کو کرنا چاہیے اس کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران: 103) "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور کھینچنے سے نہ پڑیں۔"

لیکن ہم نے اللہ کا حکم ماننے کی بجائے خود کو 57 ٹکڑوں میں تقسیم کر لیا اور امت کی بجائے نیشن سٹیتس بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب 77 ممالک نے یقین یا ہو کی تقریر کے دوران واک آؤٹ کیا تو UAE، بحرین، مراکش اور آذربائیجان کے نمائندگان وہاں بیٹھے رہے۔ ہمارے اسی تفرقے کی وجہ سے دشمن کو حوصلہ ملا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب 77 ممالک واک آؤٹ کر کے جا رہے تھے تو اس نے کہا کہ یہ سب بزدل ہیں، جنہوں نے جانا ہے تو جائے۔ یعنی اسے کوئی پروا نہیں ہے۔ اقوام متحدہ بھی صیہونی مفادات کے تحفظ کے لیے قائم ہوئی تھی۔ اس کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اور اب اس کی لاش کو کھڑا کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ 2003ء میں سلامتی کونسل نے عراق پر حملے کے خلاف فیصلہ دیا مگر امریکہ اور برطانیہ نے اس کی کوئی پروا نہیں کی اور مل کر عراق پر حملہ کر دیا۔ اس ادارے کی اب کوئی اہمیت نہیں رہی۔ اس کی جنرل اسمبلی سے زیادہ ان ملاقاتوں کو اہمیت دی جاتی ہے جو اس کے باہر ہوتی ہیں۔ خاص طور پر چینی صدر کے دورہ امریکہ کو اس کے اجلاس سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ اسی طرح پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کی میٹنگ کو بھی اہمیت حاصل رہی۔ یقین یا ہونے جو تقریر کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل اپنے منصوبوں میں مزید آگے بڑھ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے مستقبل قریب میں کوئی اور فاس فلیک حملہ کر کے جنگ کو پھیلا یا جائے۔ خاص طور پر ایران اور سعودی عرب کے درمیان جنگ کی چنگاری بھڑکانا اس کے مذموم عزائم میں شامل ہے تاکہ

عرب ممالک مزید امریکہ اور اسرائیل کے چنگل میں پھنس جائیں۔ 77 ممالک جنہوں نے واک آؤٹ کیا وہ بھی فلسطین کے حق میں کوئی متفقہ موقف نہیں رکھتے۔ جیسا کہ اٹلی کی وزیراعظم ایک طرف فلسطین کا جھنڈا لہراتے ہوئے پھر رہی تھی اور یہاں تک کہہ رہی تھی کہ جو بچوں کا قاتل ہے اس کے ساتھ میں ملاقات نہیں کروں گی لیکن دوسری طرف جب نتین یا ہو تقریر کر رہا تھا تو اس نے واک آؤٹ نہیں کیا بلکہ وہاں بیٹھی رہی۔ جب تک مسلم ممالک خود اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے تفرقہ ختم نہیں کریں گے اور سب مل کر کوئی متفقہ لائحہ عمل طے نہیں کریں گے تب تک کوئی بھی ان کے لیے آواز نہیں اٹھائے گا۔

سوال: وزیراعظم پاکستان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اپنے خطاب کے دوران جس طرح مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین کو اٹھایا ہے اس پر مقبوضہ کشمیر سے حریت کانفرنس اور غزوہ سے حماس کے لوگوں نے بھی سوشل میڈیا پر پزیرائی دی ہے۔ کیا وزیراعظم پاکستان کا یہ خطاب پاکستانی قوم اور امت کے دلوں کی آواز تھی؟

بریگیڈیئر (ر) جاوید احمد: وزیراعظم پاکستان نے اپنے خطاب میں ایک تو ٹرمپ، چین کے صدر، فیلڈ مارشل صاحب اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے لیے تعریفی کلمات ادا کیے۔ دوسرا انہوں نے فلسطین اور کشمیر کے متعلق چند خبروں پر اکتفا کیا مثلاً انہوں نے غزوہ کی اس معصوم بچی کا دوبارہ ذکر کیا جس کو اسرائیلی فوج نے شہید کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور فلسطینی بچی کی شہادت کا بھی ذکر کیا جس کا سکول کا پہلا دن اس کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوا۔ اسی طرح انہوں نے کشمیر اور بھارت میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا بھی تذکرہ کیا، سہارن پور کی 150 سالہ مسجد کی شہادت کا بھی انہوں نے ذکر کیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ انڈیا اور اسرائیل کے ان مظالم کے خلاف پاکستان کا کیا رد عمل ہوگا۔ یہ وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ ہم غزوہ بورڈ آف ٹیس میں کیوں شامل ہوئے۔ ان کے وزراء نے تو بڑے دلائل دیئے تھے کہ اگر ہم غزوہ بورڈ آف ٹیس میں شامل نہیں ہوں گے تو اہل غزوہ کی مدد کیسے کر پائیں گے؟ پاکستان عالم اسلام کا سب سے طاقتور ملک ہے، انہی طاقت ہے، گزشتہ سال بھارت کو ناکوں چنے چبوائے، اگر اسرائیل کو دھمکی بھی دے دے تو وہ ظلم کرنے سے پہلے سوچے گا۔ مگر ہمارا حال یہ ہے، بقول شاعر "عشق قاتل سے بھی، مقتول سے ہمدردی بھی سجدہ خالق کو بھی، اٹلیس سے یارانہ بھی اگر ہم کسی کو ناراض ہی نہیں کرنا چاہتے تو ظاہر ہے

پھر جو ظالم ہے وہ اپنا ہاتھ کیوں روکے گا۔ اسی طرح کشمیر کے معاملے میں بھی ہم اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جا کر بتا رہے ہیں کہ کشمیر کے لیے ہماری ہمدردی صرف سیاسی، سفارتی اور اخلاقی ہے۔ گویا وہاں بھی ہم ظالم کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ہمارا فوجی لحاظ سے مداخلت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس وقت مدد کرتا ہے جب کوئی ظالم کے خلاف کھڑا ہوتا ہے۔ گزشتہ سال ہم نے انڈیا کو متہ توڑ جواب دیا تو اللہ نے پاکستان کو عزت دی۔ اگر وہاں بھی ہم صرف مذمت کر لیتے تو پھر دب کر بیٹھ رہتا تھا۔

رضاء الحق: سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 51 میں اللہ تعالیٰ واضح حکم دیتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ اور خبردار کرتا ہے کہ وہ کبھی بھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ یہ دوسری کبھی بھی مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت نہیں ہوئی۔ پھر یہ کہ یہود و نصاریٰ تو اپنے طور پر اپنے اپنے مذہبی مشن پر گامزن ہیں۔ جیسا کہ یقین یا ہو اپنے مشن کو روحانی اور تاریخی مشن قرار دیتا ہے اور تورات اور عہود سے حوالے بھی اپنی تقریروں میں پیش کرتا ہے جبکہ دوسری طرف مسلم ممالک نے مذہبی مشن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ یقین یا ہو واضح کہتا ہے کہ ہم نے پورے خطے پر قبضہ کرنا ہے اور تھرڈ لیپل کو تعمیر کرنا ہے، اس کے باوجود مسلم ممالک کے حکمران سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ قرآن میں واضح حکم ہے کہ طاغوت کے خلاف لڑو۔ لیکن ہمارے حکمران لڑنے کے نام سے خوف کھاتے ہیں۔ حدیث میں اس کی وجہ بیان ہوئی ہے: ((حب الدنيا وسكرها صلب الموت)) "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔" جب تک اس مرض سے نہیں نکلیں گے تو ہم دنیا میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔

سوال: نائن الیون کے بعد امریکہ نے 20 سال تک افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑی، پاکستان اس کا فرنٹ لائن اتحادی بنا۔ 5 سال قبل امریکہ افغانستان سے چلا گیا لیکن پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات ابھی بھی ہو رہے ہیں بلکہ کچھ عرصہ سے ہمارے دو صوبے اس کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ یہ دہشت گردی ختم نہ ہونے کی اصل وجوہات کیا ہیں؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: ایک تو یہ کہ امریکہ جاتے ہوئے وہاں اسلحہ چھوڑ کر گیا جو آج دہشت گردوں کے استعمال میں ہے۔ یہی اسلحہ بلیک مارکیٹ میں فروخت کر کے دہشت گرد سرمایہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ جدید ترین اسلحہ ہے جو ہمارے سکیورٹی اداروں کے پاس بھی نہیں ہے۔ انڈیا بھی موجودہ افغان حکومت کے قریب آچکا

ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق TTP کے اس وقت 6 ہزار تربیت یافتہ جنگجو ہیں۔ اسی طرح بلوچستان میں انڈین پراسیکسز موجود ہیں۔ اگر دہشت گردی میں ملوث کھمبھوشن یا دیوبند حاضرسروس آفیسر پاکستان کا پکڑا جاتا تو کیا انڈیا اس طرح اس معاملے کو دبا دیتا؟ وہ تو پوری دنیا میں شور مچاتا۔ لیکن ہم نے اس معاملے کو دہشت گردی کے خلاف استعمال نہیں کیا جس طرح کرنا چاہیے تھا۔ پھر یہ کہ امن قائم کرنے کے لیے سیاسی سطح پر جو فیصلے ہوتے ہیں ان پر عمل نہیں ہوتا۔ ماضی میں قومی اسمبلی کی جانب سے جو امن کمیٹی بنائی گئی تھی، اس کا میں بھی رکن تھا، پہلے اجلاس میں جو ایکشن پلان بنایا گیا تھا، دوسرے اجلاس میں پتہ چلا کہ اس پر عمل ہی نہیں ہوا۔ ہر شہر میں اگر پانچ ہزاری سی سی ٹی وی کمرے لگے ہوئے ہیں تو ان میں سے اڑھائی ہزار کام نہیں کر رہے ہوتے۔ یہ کرپشن کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح کچھ فوری سز بھی بنائی گئیں لیکن ان سے اس طرح کام نہیں لیا گیا جس طرح لیا جانا چاہیے تھا۔ پولیس کا نظام بھی درست نہیں ہے۔ جب کوئی دہشت گردی کا واقعہ ہو جاتا ہے تو اس وقت ہمیں پتہ چلتا، پہلے ضروری اقدامات نہیں کیے جاتے۔ بلوچستان میں خاص طور پر بے روزگاری کی وجہ سے بھی نوجوان دہشت گردوں کے ہتھے چڑھ رہے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو ٹھیک کرنے کے لیے جو فیصلے ہوئے تھے ان پر عمل نہیں ہوا۔

سوال: پاکستان میں دہشت گردی کے خاتمے کے لیے سینکڑوں نہیں ہزاروں انٹیلی جنس بیسٹ آپریشنز ہوتے ہیں، ہارڈ ریجنٹ سسٹم ہے، آہنی بازو کئی گلو میٹرز تک لگائی گئی ہے، اس کے باوجود دہشت گرد پاکستان میں داخل کیسے ہو رہے ہیں؟

رضاء الحق: کوئی بھی شخص پیدا کئی دہشت گرد نہیں ہوتا۔ جب کہیں عوام کو ان کا حق نہیں ملتا تو پھر ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں 60 فیصد لوگ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہوں، وہاں جب باہر سے ڈالرز آئیں تو اس کی کشش بھی بے روزگاروں کو کھینچتی ہے۔ کہیں پر نظریاتی گفتگو لوگوں کو اس طرف لے جاتی ہے۔ یہ سارے اسباب حکومت اور انتظامیہ کی نااہلی اور کمزوریوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہماری حکومتوں نے 20 سال تک امریکہ کا ساتھ دیا، اپنے لوگوں پر ڈرون حملے کروائے، آپریشن کی وجہ سے لوگ بے گھر ہوئے۔ پھر ان ناراض لوگوں کو دہشت گردی کی طرف لانے کے لیے انڈیا کے بھی 18 قونصل خانے افغانستان میں موجود

تھے۔ افغانستان کے ساتھ ہمارا 2640 کلومیٹر اور ایران کے ساتھ 909 کلومیٹر بارڈر لگتا ہے، اتنی طویل سرحد پر فینٹک اور پٹرولنگ بھی آسان نہیں ہے۔ BNA اور BLA کے دہشت گرد سرحد کے دونوں جانب متحرک ہیں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ہم نے کچھ سی بلنگ نہیں کی۔ ہم نے جن علاقوں کو کھینچ لیا تھا وہاں سولین ایڈمنسٹریشن کو بھی انسٹال نہیں کیا۔ دہشت گردوں کے پاس جدید اسلحہ ہے جبکہ پولیس جدید سہولیات سے

کینیڈا میں جب ایک سکھ رہنما قتل ہوا تو کینیڈین وزیراعظم نے کسی دہشت گرد تنظیم، ابجیسی یا ملک کا نام لینے کی بجائے براہ راست نریندر مودی کو مورد الزام ٹھہرایا۔ پاکستان کو بھی یہی کرنا چاہیے۔

محروم ہے۔ دوسری طرف موجودہ افغان حکومت ابھی غیر مستحکم ہے۔ 50 ہزار افغان طالبان کیساتے بڑے ملک کو سنبھالیں گے اور سرحد پر بھی مکمل نگرانی کر سکیں گے لیکن انہیں بھی ذمہ داری سے کام لینا ہوگا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ملائش کے دور میں پاک افغان تعلقات جس سطح پر تھے، اسی طرح کا بھائی چارہ دوبارہ قائم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مغربی بارڈر سے ہمیں کوئی خطرہ نہ ہو۔ چین نے اس سمت میں کوشش کی تھی، ایسی کوششوں کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

سوال: بیرونی حملہ آور پاکستان میں دہشت گردی کے لیے اصل قوت، طاقت اور صلاحیت کہاں سے حاصل کر رہے ہیں؟

برینگڈینر (ر) جاوید احمد: آج تک پاکستان میں دہشت گردی کے جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں، ان کا سراغ افغانستان اور انڈیا تک جاتا ہے۔ بھارتی وزیراعظم اور دیگر عہدیداران کے بیانات میں بھی اکثر یہ انکشاف ہوتا رہا ہے۔ بعض اوقات تو دہشت گردی کا کوئی واقعہ بعد میں ہوتا تھا، بھارتی میڈیا پر خبر پہلے چل پڑتی تھی۔ اب تو پاکستان نے دہشت گردی کا نام "تحفظ الہندوستان" رکھ دیا ہے۔ ان دہشت گردوں کو اسلحہ، ڈالرز اور تربیت دینے میں بڑی طاقتیں بھی ملوث ہیں۔ افغانستان کی سرزمین ان کے لیے استعمال ہوتی ہے لیکن افغان حکومت ان کو کنٹرول نہیں کر رہی۔ اس حوالے سے ہمارے افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات بھی ہوئے ہیں۔ یہ بات بھی درست ہے کہ ہماری حکومت نے مذاکرات میں زیادہ سنجیدگی نہیں دکھائی۔ امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات کے لیے ہم کئی ماہ سے کوشش کر رہے ہیں لیکن افغانستان کے ساتھ

ہمارے صرف 8 دن مذاکرات ہوئے ہیں۔ اس کے بعد 8 ماہ سے کوئی مذاکرات نہیں ہوئے۔ اس دوران ہم نے دہشت گردوں کے ٹھکانوں پر بمباریاں بھی کیں، انٹیلی جنس بیسڈ آپریشن بھی کیے، اس کے باوجود اگر دہشت گردی کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے تو پھر ہمیں مذاکرات کے حوالے سے بھی سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ ورا اندازی صرف افغانستان سے نہیں ہو رہی بلکہ ایران اور سمندر کے راستے بھی ہو سکتی ہے، اتنے بڑے ایریا میں آپ ورا اندازی کو نہیں روک سکتے جب تک کہ اس کی جڑ کو نہ پکڑیں۔ جب ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ اس کے پیچھے ہندوستان ہے تو پھر ہم ہندوستان سے پوچھ کیوں نہیں رہے کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ جیسے کینیڈا نے کیا تھا کہ ایک سکھ لیڈر جب وہاں قتل ہوا تو کینیڈین وزیراعظم نے کسی دہشت گرد تنظیم، ابجیسی یا ملک کا نام لینے کی بجائے براہ راست نریندر مودی کو مورد الزام ٹھہرایا جس پر انڈیا بہت تھملا یا مگر کینیڈا ڈٹا رہا، اس کے بعد وہاں کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ پاکستان کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔

سوال: پاکستان کے خلاف جو بھی متحارب قوتیں ہیں ان کے ساتھ مذاکرات کا آپشن کیا اب بھی کارگر ہو سکتا ہے؟

رضاء الحق: مذاکرات کا دروازہ تو کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کے ساتھ مذاکرات کیے ہیں، صلح حدیبیہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آج جس طرح بھارت اور پاکستان کے درمیان دشمنی ہے کسی زمانے میں برطانیہ اور آئرلینڈ بھی دشمن تھے، مذاکرات کے ذریعے ان کی دشمنی ختم ہوئی۔ ہم نے دہشت گردی کی اصل جڑ تو پکڑ لی ہے لیکن اس جڑ کو کاٹنے کا مناسب طریقہ بھی ڈھونڈنا چاہیے۔ علیحدگی پسند گروہوں کے ساتھ بھی مذاکرات ہو سکتے ہیں۔ ناراض گروہوں کو بھی مذاکرات کے ذریعے قومی دھارے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا، اس کے حصول کی طرف پیش رفت کی جدوجہد ہو تو پاکستان میں استحکام آئے گا اور TTP سمیت جو نظریاتی انتشار ہے وہ بھی ختم ہوگا۔

اپنی ملت پر قیاس ہے قوم مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

طالبان نریندر کا اصل رد اسلامائزیشن میں ہے۔ جب اسلام نافذ ہوگا تو ان کے پاس دہشت گردی کا کوئی جواز باقی نہیں رہے گا۔



اے اللہ، پاکستان کی حفاظت فرما!

ابوموسیٰ

میں حب الوطنی اور خلوص تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی ادھر سے ہو یا ادھر سے عقل کل کوئی بھی نہیں۔ انسان خطا کا پتلا ہے لیکن بعض خطائیں ملک و قوم کو صدیوں پیچھے لے جاتی ہیں۔ 1971ء میں انتخابات کے نتائج نہ ماننے اور عوامی فیصلے کو رد کرنے سے جتنے خوفناک نتائج پیدا ہوئے ان کا ذکر کرتے ہوئے بھی لرز طاری ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس دلیل میں وزن ہے کہ وہ سانحہ اس لیے بھی ہوا کہ ملک و حصوں میں تقسیم تھا اور درمیان میں ازلی دشمن بھارت تھا جس نے اُس سنہری موقع کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اُس کے باوجود ماضی اور حال پر نگاہ ڈالیں تو بہت سے معاملات میں بڑی یکسانیت نظر آتی ہے دنیا میں یہ اصول کارفرما ہے کہ حالات یکساں ہوں تو نتائج بھی کم و بیش ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو قائم و دائم رکھے اور اُس کی سلامتی پر کبھی حرف نہ آئے۔ آمین!

لیکن اس دعا کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی تو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے اگرچہ اس بات کا ذکر شاید بلاوجہ اور بلاجواز سمجھا جائے لیکن قارئین تک اپنی یہ بات پہنچانا اپنا پہلا قومی فریضہ سمجھتا ہوں۔ یہ میرا عقیدہ ہے کہ پاکستان وقتی طور پر سیاسی، معاشی اور سماجی لحاظ سے کتنا ہی ڈاؤن کیوں نہ ہو جائے اور ہر ہر لحاظ سے حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو جائیں اور دیکھنے والے کو یہ لگنے لگے کہ پاکستان پر برا وقت آچکا ہے آج گیا کھل گیا لیکن جب زوال پتال سے لگ جائے گا تو عروج کا آغاز ہوگا۔ اگرچہ راقم کے پاس اس حوالے سے کوئی مضبوط دلیل نہیں۔ لیکن یہ عقیدہ کا معاملہ ہے اور عقیدہ دلیل کا محتاج نہیں ہوتا۔ البتہ کچھ تاریخی واقعات ہیں، شاہد ہیں اور ایسے اسباق ہیں جو اس سوچ کو توانا کرتے ہیں۔

سب سے پہلے پاکستان کا وجود میں آجانا یہ معجزہ کیسے رونما ہوا جبکہ مسلمانوں کا دشمن ہندو پڑھا لکھا بھی تھا،

امریکہ، اسرائیل، ایران حالیہ جنگ کی وجہ سے اور خاص طور پر تیل کی ترسیل کے غیر یقینی ہونے سے دنیا کے ہر ملک اور قوم کو اپنے مستقبل کے بارے میں تشویش لاحق ہے اور دنیا بھر کی حکومتیں اور وہاں کی اپوزیشن تمام اختلافات کو کم از کم وقتی طور پر ایک طرف رکھ کر خفی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے سر جوڑ کر مشورے کر رہی ہیں کہ اپنی معیشت کو کسی بڑے بحران سے بچانے کے لیے کیا کیا طریقے اختیار کیے جائیں۔

راقم کو اپنے علم کی محدودیت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہے، اُس کے باوجود اس بات کا دعویٰ کرنے جا رہا ہوں کہ داخلی سطح پر جو کشیدگی جو کھینچا تانی اور جو باہمی جنگ و جدل پاکستان میں ہو رہا ہے وہ دنیا بھر میں کہیں اور نظر نہیں آتا۔ اللہ رب العزت سے دعا مانگیں اور خیر کی توقع بھی رکھیں لیکن جب ہم اپنی آواز میں مکمل طور پر فروغیت بروئے کار لا کر یہ کہیں کہ "come what may" یہ تو ہوگا تو گویا اشعوری طور پر نہ سہی لیکن ہم الاحول والا قوا الابلہ کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ اگرچہ ہم کسی ایک فریق کو مکمل طور پر مورد الزام نہیں ٹھہرا رہے لیکن یہ دعویٰ کوئی طاقتور ہی کر سکتا ہے اور ریاست سے زیادہ طاقتور کون ہو سکتا ہے اور ریاست نے بھی کبھی اظہار طاقت سے اجتناب یا گریز نہیں کیا۔ البتہ عدل کا تقاضا ہے کہ ہم قارئین کو بتائیں کہ اگرچہ ریاست اسلحہ کے حوالے سے انتہائی طاقتور ہے اور اُس کی پسپائی ممکن نظر نہیں آتی لیکن دوسری طرف بھی عوامی طاقت کا گھمنڈ ہے۔ لہذا مسئلہ اقتدار کو قائم رکھنے یا حصول اقتدار کا ہی نہیں اپنی برتری اور بالادستی کو قائم رکھنے کا ہی نہیں بلکہ دوطرفہ انا کا بھی ہے۔ میں یہ کہہ بیٹھا ہوں اب میں کیسے پیچھے ہٹ سکتا ہوں میری کیا حیثیت رہ جائے گی۔ پھر یہ کہ میں پاکستان ہوں، پاکستان کی سلامتی میرے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اس سوچ

سیاسی طور پر باشعور بھی تھا اور کانگریس ایک منظم جماعت تھی۔ حقیقت میں ہندو ہند کی تقسیم کو گامات کی تقسیم سمجھتا تھا۔ پھر یہ کہ اُسے تاریخ میں پہلی مرتبہ موقع مل رہا تھا کہ پورے برصغیر پر حکومت کرے۔ دوسری طرف مسلمان زیادہ پڑھا لکھا بھی نہ تھا، سیاسی شعور سے بھی کافی حد تک تہی دست تھا اور قعداد میں ہندو سے کم بھی تھا۔ پھر یہ کہ برطانیہ جو وقت کا حکمران تھا اُس کا وزیر اعظم انٹیلی قائد اعظم سے شدید نفرت کرتا تھا جس کا اظہار وہ گا ہے بگا ہے کرتا رہتا تھا۔

قصہ مختصر پاکستان مہاتما گاندھی کی لاش کو روندنا ہوا وجود میں آ گیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ پاکستان کو معاشی اور عسکری لحاظ سے مضبوط کس نے کیا جو شروع سے اُس کا دشمن تھا اور آج بھی ہے یہ سیاسی، عسکری اور جغرافیائی حالات کا تقاضا تھا تاریخ کا کوئی بھی ورق پلٹ لیں امریکہ اپنے اور مستقبل میں طاغوتی قوتوں کے دشمن بن جانے والے پاکستان کو مضبوط کرتا دکھائی دیتا ہے۔ فطری قوتیں یہ امریکہ کی مجبوری بنا دیتی تھیں جن کی تفصیل طوالت اختیار کر لینے کی وجہ سے تحریر نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے کہ نہ یہ کوئی افراطی فلسفہ ہے، نہ ارسطوی منطق، نہ رسل کی دانشوری ہے بلکہ سادہ سی بات ہے جو ہر سیاسی شعور کے حامل پاکستانی پر واضح ہے کہ امریکہ پاکستان سے دشمنی پالنے کے باوجود تاریخ کے ہر موڑ پر نہ چاہتے ہوئے بھی پاکستان کو مضبوط بناتا دکھائی دیتا ہے۔

ایک تاریخی واقعہ بیان کرنا صورت حال کو سمجھنے میں آسانی پیدا کر دے گا۔ تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں وہ اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے صدر تھے، اُس وقت خواجہ ناظم الدین پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ وہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے گورنر ہاؤس لاہور میں طلبہ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ وہ جمعیت کے قائد کی حیثیت سے وزیر اعظم سے ملاقات کے لیے گورنر ہاؤس گئے۔ وزیر اعظم نے طلبہ کو بہت نصیحتیں کیں اور مکمل طور پر تعلیم پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کا کہا۔ ڈاکٹر صاحب نے وزیر اعظم سے سوال کیا کہ ریاست پاکستان

نے امریکہ کے ساتھ سیٹو سنو جیسے معاہدے کر لیے ہیں لیکن کل کلاں نئی قیادت یعنی ہم نو جوانوں کو یہ جھگڑتا پڑیں گے۔ جس کے جواب میں وزیراعظم نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ بھارت ایک بڑا ملک ہے اور ہمارا اڑنی دشمن ہے۔ ہمارے پاس اس کے سوا کیا آپشن ہے کہ ہم خود کو مضبوط کرنے کے لیے امریکہ سے معاہدے کر لیں۔ ظاہر ہے سوویت یونین سے دشمنی کی وجہ سے پاکستان کو عسکری اور معاشی لحاظ سے مضبوط کرنا امریکہ کی بھی مجبوری ہے۔

راقم کی رائے میں امریکہ پاکستان دوستانہ تعلقات یقیناً دو طرفہ مجبوری تھی۔ تاریخ کے اوراق پلٹتے چلے جائیں وقتہ وقتہ سے دونوں ممالک کی دوستی ان کی مجبوری بن کر سامنے آتی رہی۔ 1979ء میں سوویت یونین حمایت عظمیٰ کا ارتکاب کرتا ہے اور افغانستان پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ امریکہ محسوس کرتا ہے کہ سوویت یونین جنوبی ایشیاء پر چھا جائے گا بلکہ مسلط ہو جائے گا۔ لہذا وہ یعنی امریکہ ایک طرف پاکستان میں اسلحہ کی ریل پیل کر دیتا ہے تو دوسری طرف اپنی تجویزوں کے منہ پاکستان کی جانب کر کے کھول دیتا ہے۔ یہ عاشقانی بھی ایک مجبوری تھی امریکہ کو یہ سارا خطہ اپنے ہاتھ سے نکلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اُس وقت کی ریاست پاکستان نے اگر ایک طرف مال و دولت سمیٹی تو دوسری طرف ایک شاندار کارنامہ بھی سرانجام دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے پاکستان کی حفاظت کا ذریعہ بنا دیا۔ یعنی اس جنگ کی آڑ میں پاکستان نے اپنی صلاحیت حاصل کر لی۔ امریکہ پاکستان تعلقات کا یہ انتہائی مثبت پہلو ہے۔ عجب بات ہے کہ امریکہ حالات سے اُن دنوں اتنا مجبور ہوا کہ ایوان صدر کانگریس کو یہ جھوٹا سرٹیفکیٹ دیتا رہا کہ پاکستان ہرگز ایٹم بم بنانے کی طرف نہیں بڑھ رہا۔ البتہ یہ بھی تاریخ کا افسوسناک ہی نہیں شرمناک حصہ بھی ہے کہ اُن دنوں میں تو پاکستانی سیٹو سنو کا رکن بننے کے باوجود پاکستان امریکہ کا دوست تھا، غلام نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ لیں کہ چھوٹا پارٹنر تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے حکمرانوں نے دولت اور اقتدار کی ہوس میں امریکہ کی غلامی اختیار کرنا شروع کر دی۔ یہ غلامی ہر صورت بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ امریکہ کی بہت بڑی کامیابی اور ہماری بہت بڑی ناکامی ہے۔

آخری اور حتمی بات یہ ہے کہ نہ پاکستان اب اپنی مرضی اور حالات کے مطابق اپنا جٹ بنا سکتا ہے اور نہ خارجہ پالیسی تشکیل دے سکتا ہے بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ حکومت میں اہم اور کلیدی وزارتیں اور عہدے امریکہ کے چنیدہ اور پسندیدہ بندوقوں کو ملتے ہیں اور جو حکمران انکار کرے، اُسے سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے۔ گویا عوام اب پاکستان میں اپنی مرضی اور رائے سے حکومتیں نہیں بنا سکتے۔ یقین کریں صحیح اور اصل صورت حال ہے کہ ہماری آزادی اب ظاہری ہے وگرنہ معاملات 1947ء سے بھی پیچھے چلے گئے ہیں۔ حالیہ امریکہ ایران جنگ کی مثال لے لیں۔ ہم کس طرح امریکی مفادات کی تکمیل کر رہے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی طور پر حکومت جس طرح معاملات چلا رہی ہے، عوام اور حکومت میں فتنے برپا کر چلی جا رہی ہے۔ صورت حال کا اندازہ کریں کہ اس وقت تین احتجاج اسلام آباد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کسانوں کا احتجاج جو حکومت کی زرعی پالیسی کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ جماعت اسلامی کا احتجاج جو پیٹرول کی قیمتوں میں کمی کا اضافہ کرنے اور IPPs کے ساتھ معاملوں پر ہے اور تیسرا تحریک انصاف کا احتجاج جسے مرکز اور طاقتور قومیں پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہونے کے باوجود کسی قیمت پر قبول کرنے کو تیار نہیں اور ظلم و ستم کا ایسا دور دورہ ہے جو ختم ہونے کو نہیں آ رہا۔

بہر حال تازہ اطلاعات کے مطابق کسانوں سے تو حکومت نے شاید کچھ معاملات طے کر لیے ہیں۔ جماعت اسلامی سے گفتگو وزیراعظم شہباز شریف کے پاکستان پہنچنے پر ہوگی۔ گویا اصل مسئلہ تحریک انصاف کے احتجاج کا ہے جو دھرتا دینے کے لیے پہلے 27 ستمبر کو اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کر رہے تھے، اب 4 اکتوبر کو انہوں نے لانگ مارچ کا اعلان کر دیا ہے۔ پہلے تو خیال یہ تھا کہ یہ تحریک انصاف کی پرپائی اور یونین ہے لیکن حکومت اس التوا سے جس طرح گھبرائی بلکہ بھاگی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ تحریک انصاف کی حکومت کو تھکا دینے کی پالیسی کا معاملہ ہے۔

تحریک انصاف نے اپنی تحریک کا جو شیڈول میڈیا کو بتایا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام آباد پہنچنے

میں دس روز لیں گے گویا ہاتھیوں کی اس لڑائی میں گھاس تباہ و برباد ہو جائے گی۔ فریقین میں راہنماؤں کی اکثریت کھاتے پیٹتے گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے لہذا نقصان صرف پاکستان اور عوام کا ہوگا۔ لیکن اس میں غیر جانبدار ہو کر دیکھنا ہوگا کہ اصل اور بڑا قصور وار کون ہے؟

مختصر عرض یہ ہے کہ 8 فروری 2024ء کے انتخابات میں بھی اگر عوام کی رائے کو تسلیم کر لیا جاتا تو کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں آج تک کوئی ایسے انتخابات نہیں ہوئے جن میں دھاندلی نہ ہوئی ہو۔ کسی میں 5 فیصد، کسی میں 10 فیصد، راقم نہیں سمجھتا کہ کسی انتخابات میں اس سے زیادہ دھاندلی ہوئی ہو۔ حقیقت میں 2024ء میں تو ہوا یہ کہ 8 فروری کے انتخابات کو الیکشن کمیشن نے ایک طرف رکھ کر 9 فروری کو مکمل طور پر من گھڑت اور فیکٹ فنانج شائع کر دیئے۔ یہاں تک کہ راولپنڈی کا اسسٹنٹ کمشنر خود چچ اٹھا کہ ہم نے 50، 50 ہزار ووٹوں سے جیتنے والوں کو ہرا دیا۔ دو بیچارہ غائب کر دیا گیا۔ آج تک معلوم نہیں کہاں ہے ایک مرتبہ اُس کو میڈیا پر لا کر اُس سے تردید کروائی گئی۔ بے چارہ اس وقت قابل رحم حالت میں تھا لہذا احتیاطاً اُسے دوبارہ غائب کر دیا گیا۔ آج تک معلوم نہیں کہاں ہے زندہ ہے بھی یا نہیں۔ قصہ کہ توہ راقم کا عرض کرنے کا مطلب ہے کہ ہم کسی صورت تاریخ سے سبق حاصل کرنے کو تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو محفوظ رکھے۔ کیونکہ جو قومیں تاریخ سے سبق نہیں سیکھتیں، وہ تاریخ سے غائب ہو جاتی ہیں۔ بہر حال ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ وہ اہل پاکستان کی غلطیوں سے اعراض فرمائے اور پاکستان کو محفوظ و مامون بنائے اور ہمارے ساتھ معاملہ ہماری کڑوتوتوں کی بجائے اپنی رحمت کی بنیاد پر کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اور ہم خطا کار ہیں۔ اے اللہ! ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور پاکستان کی حفاظت فرما۔ آمین یا رب العالمین! ﴿﴾

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تکمیل رسالت کے دو مظاہر (3)

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

نبوت اللہ سے لینے والا حصہ ہے اور رسالت دینے والا۔ اس دینے والے حصے کے بارے میں فرمایا: ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ تاکہ اسے غالب کر دے کل کے کل دین پر پورے نظام زندگی پر۔ اللہ کا دین ایک مکمل "Politico-Socio-Economic System" کی حیثیت سے قائم ہو یہ رسالت کی تکمیل ہے۔ رسالت کا ایک درجہ تبلیغ ہے۔ بہت سے نبی ایسے ہیں کہ تبلیغ کرتے ہوئے ان کی پوری زندگی گزرنی لگتی کہیں کوئی نظام قائم ہوا ہی نہیں۔ نظام تو صرف محمد عربیؐ کے دست مبارک سے قائم ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں نہیں ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں نہیں ہوا تاہم تبلیغ کا حق انہوں نے ادا کر دیا بات کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ لیکن ایک ہے اتمامِ حجت۔ دین حق کے ضمن میں اتمامِ حجت یہ ہے کہ دین کو قائم کر کے اس کی عملی شکل دنیا کے سامنے پیش کرنا۔ ورنہ کتاب میں بہت اچھی باتیں لکھی جاسکتی ہیں کہ یہ یوں ہونا چاہیے یہ ایسا ہونا چاہیے اس کا یہ اصول ہونا چاہیے۔ آپ اپنے دماغ سے کام لیجئے اعلیٰ سے اعلیٰ باتیں نکلیں گی، لیکن جب تک آپ اسے قائم کر کے اس کا نمونہ نہ دکھائیں یہ ثابت نہ کریں کہ یہ قابل عمل ہے یہ نافذ کیا جاسکتا ہے اس وقت تک وہ حجت اپنے درجہ اتمام کو نہیں پہنچ سکتی۔ افلاطون نے ایک کتاب لکھی تھی: "The Republic"۔ اس میں اس نے نقشہ کھینچا کہ نظام ایسا ہونا چاہیے حکومت ایسی ہونی چاہیے فلاں معاملات ایسے ہونے چاہئیں۔ اور وہ کتاب ایک کتاب کی حیثیت سے اس قدر وقیع ہے کہ 2300 برس سے دنیا میں موجود ہے۔ ورنہ لاکھوں کتابیں چھپی جیں ختم ہو جاتی ہیں ان کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ کتاب تو وہی باقی رہتی ہے جس کے اندر کوئی وزن ہو جس میں کوئی ٹھوس مواد ہو۔ اور "Republic" آج بھی دنیا میں

موجود ہے۔ لیکن اس کتاب میں افلاطون نے جو نظام پیش کیا تھا وہ کہیں ایک دن کے لیے بھی قائم نہیں ہوا۔ لہذا وہ حجت نہیں ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ یونینا ہے ایک خیالی جنت کا نقشہ کسی نے کھینچ دیا ہے لیکن یہ ہونے والی بات نہیں ہے بابا! کیا کہہ رہے ہو؟

اب میں بڑی سادہ سی مثال دے رہا ہوں۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے: ((سَيِّدُ الْقَوَّهِ تَحَادٍ مُمْهِمٌ)) "قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے"۔ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ جی ہاں بہت اعلیٰ بات ہے بڑی اچھی شاعری کی ہے آپ نے لیکن یہ ہونے والی بات نہیں ہے سردار سردار ہوتا ہے خادم کیسے ہوگا؟ لیکن کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کا عملی نمونہ دکھا دیا یا نہیں؟ کیا خلیفہ وقت کی حیثیت سے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے کندھے پر آنے کی بوری اٹھا کر اس خاندان کو نہیں پہنچائی جس کے بچے بھوک کی وجہ سے بلہا رہے تھے؟ لاکھوں مربع میل کے اوپر ان کا حکم چل رہا ہے اور اپنے کندھے پر آنے کی بوری اور دیگر سامان خور و نوش اٹھا کر انہیں پہنچا کر آتے ہیں۔ غلام نے کہا بھی کہ حضور میں حاضر ہوں میں لیے چلتا ہوں۔ فرمایا: نہیں قیامت کے دن تم میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ رات کے وقت گشت کر رہے ہیں اور ایک گھر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت دروازہ میں جٹکا ہے اور اس کی حجامداری کرنے والی کوئی عورت کوئی دایہ نہیں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ گھر جا کر خاتون اول یعنی اپنی اہلیہ محترمہ کو ساتھ لے کر آئے اور آپ کی اہلیہ نے جا کر وہاں دایہ گیری کی۔ تو "سَيِّدُ الْقَوَّهِ تَحَادٍ مُمْهِمٌ" کا نقشہ دکھایا یا نہیں؟ اسی طرح انسانی مساوات کا نقشہ پیش کر کے دکھایا یا نہیں؟ بیت المقدس کا سفر ہو رہا ہے سرکاری سفر ہے کوئی پرائیویٹ سفر نہیں ہے کوئی ملاج معاملے کے لیے نہیں جا رہے معاذ اللہ بلکہ بیت المقدس کا

چارچ لینے کے لیے جا رہے ہیں اور کس شان کے ساتھ کہ صرف ایک اونٹ اور ایک خادم ساتھ لیا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی دستہ ہوتا چاہیے کوئی باڈی گارڈ ہونے چاہئیں۔ آج کل کہا جاتا ہے کہ کوئی باقاعدہ گروہ ساتھ جانا چاہیے جس کو Entourage کہا جاتا ہے۔ ایک خلیفہ وقت ہے ایک ان کا خادم اور ایک اونٹ۔ چونکہ راستے کا راشن بھی اسی اونٹ پر ہے لہذا ایک وقت میں صرف ایک آدمی سوار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک منزل حضرت عمرؓ اور پریشیتے ہیں اور خادم تکمیل پکڑ کر آگے چلتا ہے۔ اگلی منزل میں خادم اوپر بیٹھتا ہے اور خلیفہ وقت تکمیل پکڑ کر آگے آگے چلتے ہیں۔ جب بیت المقدس میں پہنچے ہیں تو وہاں غافلہ بچ گیا کہ "آگے عمر آگے عمر"۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اس محاذ کے سپہ سالار تھے وہ استقبال کے لیے آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اونٹ کی تکمیل پکڑے چلے آ رہے ہیں اور خادم اونٹ پر بیٹھا ہے اس لیے کہ آخری منزل میں سوار ہونے کی باری اس کی تھی۔ حالانکہ اس نے ہاتھ جوڑ دیے تھے کہ خدا کے لیے امیر المؤمنین آپ اونٹ پر سوار ہو جائیں لوگ کیا کہیں گے لیکن آپ نے فرمایا: اَللّٰی قُوْرٌ حَقُوْرٌ۔ نہیں! اب باری تمہاری ہے۔ یہ حساب کا معاملہ ہے تمہاری باری ہے تم بیٹھو۔ راستے میں کہیں کچھ بھی تھا لہذا جوتے اپنے ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ بیت المقدس پہنچے ہیں تو ایک ہاتھ میں جوتے اٹھائے ہوئے ہیں اور ایک میں اونٹ کی تکمیل پکڑ رکھی ہے۔ اس دور میں یہ کہانیاں معلوم ہوتی ہیں ان ہونی باتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ مصدقہ تاریخی واقعات ہیں۔ یہ کوئی پانچ چھ ہزار سال پرانی بات نہیں ہے۔ انسانی تاریخ کے اندر چودہ سو برس کیا ہوتے ہیں! یہ تمام تاریخ محفوظ ہے ایک ایک چیز محفوظ ہے۔ تو محمد رسول اللہ ﷺ پر رسالت کی تکمیل اس درجے میں یوں ہوئی کہ جو دین حق آپ پر کامل ہو گیا اسے آپ نے عملاً قائم کر کے اور نافذ کر کے دکھایا۔ یہ ہے درحقیقت تکمیل رسالت کا مظہر اول۔

تکمیل رسالت کا مظہر ثانی جو میں بیان کرنے لگا ہوں یہ معمولی بات نہیں بلکہ بہت بڑی بات ہے اور سیرت کا یہ حصہ اکثر و بیشتر لوگوں کے سامنے نہیں ہے۔ ہمارے ہاں میاں کی محفلیں ہوتی ہیں سیرت کے جلسے ہوتے ہیں

حضور ﷺ کے مناقب بیان کیے جاتے ہیں حضور ﷺ کی فضیلتیں بیان ہوتی ہیں آپ کے گیسوس کی بات ہوتی ہے آپ کا سایہ تھا یا نہیں تھا اس کی باتیں ہوتی ہیں حالانکہ یہ سب باتیں غیر متعلقہ ہیں جبکہ اصل سیرت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد خالص انسانی سطح پر کی ہے اور اس میں معجزات کا فعل دخل نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ ﷺ نے تکلفیں جمیل کر مصائب برداشت کر کے فائقہ جمیل کر ذمہ جمیل کر اپنا خون زمین پر گرتا ہوا دیکھ کر اپنے 259 جان نثاروں کی لاشیں دیکھ کر اور خاک و خون سے گزر کر یہ کام کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بس دعا مانگی اور بیڑا پار ہو گیا۔ تین برس کی شعب بنی ہاشم کے اندر نظر بندی کو یاد کیجئے۔ یہاں کی قیل میں کھائے تو تومتا ہے وہاں کھانے کی بھی پابندی تھی۔ اس دوران ایسا وقت بھی آیا کہ بنو ہاشم کے پھول جیسے بچے بھوک سے جلتے تھے اور اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ سوکھا چڑا بال کر اس کا پانی ان کے حلق کے اندر ڈکا دیا جائے۔

اور طائف میں جو نقشہ پیش آیا ہے ع
رسوا سر بازارے آں شوخ ستم گارے

اور ۔

اس راو میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری
تجا پس زنداں کبھی رسوا سر بازارا
طائف پہنچ کر آپ ﷺ نے وہاں کے تینوں بڑے سرداروں سے گفتگو کی۔ اس کے جواب میں انہوں نے ایسے چبھنے والے جملے کہے جو کیچے کو چیر دیتے ہیں۔ پھر آوارہ لڑکوں کو اشارہ کیا کہ ذرا ان کی خبر لو یہ نبی بنے پھرتے ہیں نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور وہ پتھراؤ شروع کر دیتے ہیں۔ ساتھ صرف ایک جان نثار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ سامنے سے آکر روک بنتے ہیں و حال بنتے ہیں تو پیچھے سے پتھر آ رہے ہیں۔ وہ پیچھے کی طرف جاتے ہیں تو سامنے سے پتھر آتے ہیں۔ جسم اطہر لبوہمان ہو گیا ہے خون بہہ بہہ کر جا کر جوتیوں میں جم گیا ہے۔ فشی طاری ہوئی ہے آپؐ تھک کر بیٹھ گئے ہیں تو دو غنڈے آئے ہیں۔ ایک نے ایک بغل میں ہاتھ ڈالا دوسرے نے دوسری بغل میں ہاتھ ڈالا کہ اٹھو جاؤ۔ محمد عربیؐ ہیں سید المرسلینؐ ہیں محبوب رب العالمینؐ سید الاولینؐ وال آخرینؐ ہیں اور یہ نقشہ ہے۔ یہ ہے سیرت جسے بہت کم بیان کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے قلب

کی گہرائیوں سے جو دعا نکلی ہے واقعہ یہ ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے کلیجہ شق ہوتا ہے۔ جب وہاں سے نکل کر باہر آئے اور ایک باغ میں تھوڑی سی دیر کے لیے سستانے کو بیٹھ گئے تو وہاں اب آپؐ نے مناجات کی ہے: ((اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِي وَقِلَّةَ جِيلِي وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ)) "اے اللہ! تیری جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں اپنے وسائل اور طاقت کی کمی کی اور لوگوں کے سامنے جو رسوائی ہو رہی ہے اس کی۔" کہاں جاؤں کس سے فریاد کروں؟ تیری ہی جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں۔ ((إِنِّي مِمَّنْ تَشْكُلُنِي)) "تو نے مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے؟" ((إِنِّي بَعِيدٌ يَتَجَهَّمُنِي أَوَانِي عَذَابُ مَلَائِكَةِ آمُرُجِي)) "کیا دشمن کے حوالے مجھے کر دیا ہے کہ جو چاہے کر گزرے؟" ذرا اندازہ کیجئے! یہ الفاظ کہاں سے نکل رہے ہیں۔ لیکن پھر یہ فریاد کیا رخ اختیار کرتی ہے: ((إِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيَّ غَضَبُكَ فَلَا أَهْلِي)) "پروردگار! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔" ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے!

یہ میں نے سیرت کا ایک نقشہ دکھایا ہے۔ وہی کے آغاز کے بعد سے حضور ﷺ کی 23 برس کی زندگی دن رات کی مشقت اور محنت سے عبارت ہے۔ چونکہ کھینے کا ہے وہ کیا ہے! اس جدوجہد میں معجزات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ حضور ﷺ کا اصل معجزہ قرآن مجید ہے۔ قرآن کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ کفار قریش کہتے تھے کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات ملے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو معجزے ملے ایسا کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اللہ کا فیصلہ تھا کہ نہیں دکھائیں گے ہمارا معجزہ قرآن ہے! حضرت موسیٰ کے معجزوں کو دیکھ کر کون ایمان لے آیا تھا؟ کیا فرعون نے مان لیا تھا؟ کیا یہودی حضرت عیسیٰ کے معجزے دیکھ کر ایمان لے آئے تھے؟ ایسے معجزے جن سے بڑے حسی معجزے ممکن ہی نہیں ہیں۔ مردے سے کہا جائے "قُمْ يَا بَنِي الدُّلُو" اور وہ کھڑا ہو جائے چلنا شروع کر دے یا یہ کہ گارے سے ایک پرندے کی شکل بنائی اس میں پھونک ماری اور وہ اڑتا ہوا پرندہ ہو گیا۔ احیائے موتی اور تخلیق حیات سے آگے کوئی شے ہے؟ باقی یہ کہ ماورزاؤ اندھے کے چہرے پر ہاتھ پھیر اور اس کی چٹائی آگئی تو نسبتاً چھوٹی چیزیں ہیں تو کیا مردوں کو زندہ ہوتے دیکھ کر وہ لوگ ایمان لے آئے؟ نہیں بلکہ لوگوں نے کہا یہ جادوگر

ہے اور جادو کفر ہے لہذا کافر ہو گیا! مرتد ہو گیا! واجب القتل ہے! اس کو سولی پر چڑھا دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں طے کیا کہ اب معجزے نہیں دکھائے جائیں گے۔ کوئی ہدایت کا طالب ہے تو قرآن موجود ہے جو سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اور کوئی ہدایت کا طالب نہیں ہے تو بڑے سے بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے گا۔

خاص طور پر یہ بھی نوٹ کیجئے کہ جب بنی اسرائیل کو صحرا میں بھوک لگی تھی اور کھانے کو کچھ نہیں تھا تو من و سلویٰ نازل ہوئے تھے یا نہیں؟ لیکن یہاں جیش اعرس و سفر بھوک کے دوران بھوک کا یہ عالم اور رسد کی کمی کا یہ حال کہ تین تین مجاہدین کو چوبیس گھنٹوں کا راشن ایک گھجور دی گئی۔ پہلے ایک شخص نے اسے منہ میں رکھا اور چوس لیا پھر دوسرے کو دے دیا اس نے چوس لیا پھر تیسرے کو دے دیا۔ اس سے تینوں کو کچھ ٹھکانہ مل گیا کچھ ازرب حاصل ہو گئی۔ بتائیے امن و سلویٰ کیوں نازل نہیں ہوا؟ کیا بنی اسرائیل اللہ کو زیادہ محبوب تھے حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں سے؟ کیا موسیٰ علیہ السلام زیادہ عزیز تھے محمد رسول اللہ ﷺ سے؟ غزوہ خندق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت یہ تھی کہ کئی کئی وقت کا فائدہ ہے کمریں دوہری ہوئی جارہی ہیں تو کمر سے پتھر باندھ لیے ہیں۔ پیٹ کے اوپر پتھر رکھا اور چادر سے لپیٹا تاکہ کمر سیدھی رہے۔ پھر صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے آکر فریاد کی کہ حضور! اب یہ فائدہ کشی ناقابل برداشت ہو رہی ہے دیکھئے ہم نے یہ پتھر باندھ رکھے ہوئے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ اپنا کرتہ مبارک اٹھا کر دکھاتے ہیں وہاں دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ یہ سارے نقشے سیرت کے ہیں لیکن ہمارے ہاں سیرت کے چلنے ہوتے ہیں تو ان کا موضوع کیا ہوتا ہے ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنها داری!

یعنی اے محمد ﷺ! تمام انبیاء کو جو خوبیاں دی گئیں وہ ساری کی ساری تمہارا آپؐ کو دے دی گئیں۔ یوسف علیہ السلام بہت حسین تھے ان سے بڑھ کر حسن حضرت محمد ﷺ کو عطا کر دیا گیا دم عیسیٰ اور ید بیضا جیسے معجزات آپؐ کو عطا کر دیئے گئے! لیکن حضور ﷺ کی یہ حدیث آپؐ کو کوئی نہیں سناے گا کہ "تمام نبیوں پر جو تکالیف آئی ہیں میں نے تمہارا وہ ساری جمیلی ہیں۔" بہر حال اس پوری بحث کا

نتیجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا یہ معجزوں سے نہیں ہوا یہ دعاؤں سے نہیں ہوا۔ یقیناً دعائیں بھی ہوئی ہیں اس میں کوئی شک نہیں اللہ کی مدد بھی آئی ہے مثلاً غزوہ بدر میں اللہ کی مدد آئی ہے اور مدد کا دروازہ آج بھی بند نہیں ہے۔

چمن کے مانی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹی بہا رہا اب بھی! فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی! مدد تو اب بھی آئے گی۔ معجزہ صرف نبیوں کے لیے ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کے لیے بھی بعض معجزے ہیں۔ بعض مواقع پر تھوڑا سا کھانا بہت سے لوگوں کے لیے کفایت کر گیا۔ ایسی کرامات کی نوعیت کی چیزیں ضرور ہوئی ہیں لیکن ایسے معجزات نہیں آئے جیسے ہم بنی اسرائیل کے معاملے میں دیکھتے ہیں کہ دھوپ پریشان کر رہی ہے تو ساتھ کے ساتھ بادل چل رہا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَكُمْ مَاءً مَّحْسُورًا﴾ اور اس کے اوپر سائبان کی طرح مسلسل ابر ساتھ ساتھ جا رہا ہوتا۔ یہاں تو نہیں ہوا! یہاں جو کچھ ہوا ہے زمین پر قدم بادل چل کر ہوا ہے عام انسانی سطح پر ہوا ہے محنت اور مشقت سے ہوا ہے تکلیفیں جھیل کر اور مصائب برداشت کر کے ہوا ہے آزمائشوں اور امتحانات سے گزر کر ہوا ہے۔ حضور ﷺ کا اپنا خون دوسرے گرا ہے۔ اگرچہ حضور اکرم ﷺ کی اپنی خواہش تو یہ تھی:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوِ دِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَأُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا)) (صحیح البخاری)

”اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میری شدید خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔“

لیکن اللہ کے رسول قتل نہیں ہو سکتے۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ رسول اور نبی میں فرق ہے۔ ایک فرق یہ نوٹ کر لیجئے کہ نبی تو قتل ہو سکتا ہے لیکن رسول قتل نہیں ہو سکتا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام صرف نبی تھے قتل ہو گئے لیکن

حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف نبی نہیں تھے رسول بھی تھے ﴿وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ﴾ لہذا وہ قتل نہیں ہو سکتے تھے وہ سولی نہیں چڑھائے جاسکتے تھے انہیں زندہ آسمان پر اٹھایا گیا اور وہ دوبارہ آئیں گے۔ بہر حال یہ ہے میرے نزدیک تکمیل رسالت کا دوسرا مظہر۔

معراج انسانیت کا مظہر اتم

تکمیل رسالت کے دوسرے مظہر کے لیے میں نے یہ عنوان مزید قائم کیا ہے۔ دیکھئے اللہ نے انسان کو پیدا کیا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا خلیفۃ اللہ بنایا مسعود ملائک بنا دیا تمام فرشتے ان کے سامنے جھکا دیے۔ قرآن حکیم میں ایک سے زائد مقامات پر یہ الفاظ آئے ہیں: ﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ﴾ یہاں جمع کے تین اسلوب ہیں: ﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ﴾ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ ﴿كُلُّهُمْ﴾ سب نے کیا۔ ﴿أَجْمَعُونَ﴾ سب نے مل کر

کیا۔ لیکن اس انسان کے اندر اللہ نے کیا کیا تو میں رکھی ہیں اس کا کامل ترین مظہر شخصیت محمدی ہے۔ انسانیت کی عظمت کو دیکھنا ہوا اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ علامہ اقبال نے غالب کے بارے میں ایک شعر کہا تھا:۔

فکر انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا ہے
پر سرخ تحفیل کی رسائی تا کجا!
اے غالب! تیری شخصیت اور تیرے اشعار سے انسان کی سوچ پر یہ بات کھلی کہ انسان کا تحفیل کہاں تک جاسکتا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے یہ بات واضح ہوئی کہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہے۔ لہذا معراج انسانیت کا ظہور اور اس کا مظہر اتم محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (جاری ہے)



رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”مسجد جامع القرآن کمپلیکس، پیپہنٹ نزد نیلور، اسلام آباد“ (پنجاب شمالی) میں 11 تا 17 اکتوبر 2026ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ تنظیم اسلامی کی دعوت سہ ورقہ (عملی مشق) زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

(در)

16 تا 18 اکتوبر 2026ء (بروز جمعہ المبارک بعد نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

ذمہ داران و غیر مشرک کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔
☆ منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، تصادم کا مرحلہ اول، صبر محض، عدم تشدد اور اعادہ سابقہ مذاکرہ۔
زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0316-5087237 / 051-4866055 / 051-2751014

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375 (042)

راکھ کا ڈھیر

عامرہ احسان

amirah@gmail.com

امریکہ میں (بقول صدر ٹرمپ) "تاریخی طوفان" ہمارا لایا۔
ورینوں ریاستوں میں ہنگامی حالات ("آفت") کے نفاذ،
'Disaster' کا اعلان کرنا پڑا۔ ملک بھر میں جا بجا
شدید تند و تیز ہوا تھیں، گولے، برفباری، ژالہ باری،
اچانک شدید سردی بلا بن کر ٹوٹ پڑی، علاقے بجلی سے
محروم، جہازوں کی پروازیں منسوخ ہوئیں۔

انہی طوفانوں کی زد میں فلسطینیوں کے لیے
امریکی گویے میگمور (جوان کے حق میں پامردی دکھاتے
نہایت مقبول ہوا) کے ساتھی شیران، جو اس کا ساتھ چھوڑ
گیا تھا، کے سارے پروگرام بھی منسوخ ہو گئے۔ ان
طوفانوں کو شیران کے لیے اس کے مؤقف کی بنا پر بدشگونی
جانا گیا۔ مظلوم فلسطینی قوم کا زبردست حامی میگمور
'فلسطین آزاد کرو' (Free Palestine) نور پر اب
نہ صرف لندن، پیرس، وین میں پروگرام کرے گا بلکہ ان
سے حاصل شدہ رقم فلاحی فلسطینی تنظیموں کو دے گا۔ اگرچہ
یہ گانے بجانے والوں کی کہانی ہے۔ مگر ان کا تذکرہ نہ
صرف ہوا کا رخ بتاتا ہے، بلکہ دو ارب مسلمانوں کو آئینہ بھی
دکھاتا ہے۔ ہمارا جذباتی اخوت ہمارے سوتے ہوئے ایمان
کو ان کے حق میں اٹھا کھڑا کرنے کو نا کافی ثابت ہوا۔

اسی طرح شدید جذباتی امریکی اینکر
Ana Kasparian کو یقین یا ہو، اسرائیل، ٹرمپ
اور اس کی اسرائیل نواز پالیسی کے خلاف گرجتا برستان لیں
تو حیران رہ جائیں۔ ایسے بے شمار پروگرام مغربی چینلوں پر
چلتے، اخباروں میں تجزیے چھپتے دیکھ کر ہم اسرائیل پر انہیں
شدید برا فروخت پاتے ہیں۔ اللہ ان کے ضمیروں کی زندگی
کے یہ ثبوت قبول فرما کر انہیں ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔
شاید آفت میں تازہ خون کی آہ، فلسطینی شہداء کے مبارک
خون کی برکت، اسے حیات نو بخش دے۔ شہداء کا خون تو
یوں بھی بظاہر زمین پر گرتا ہے، مگر جیتے جاگتے مسلمانوں
کی رگوں میں بھی اتر جایا کرتا ہے۔ شہید کی جو موت ہے
وہ قوم کی حیات ہے!

حماس کے سیاسی بیورو کے ممبر خالد مشعل نے انتخاب
کیا کہ اقصیٰ کے نواح میں اسرائیل اقصیٰ پر مکمل کنٹرول کی
کارروائیاں کر رہا ہے۔ اقصیٰ ایک دورا ہے پر ہے۔ اس
کے تحفظ کے لیے مزاحمت اور جہاد کے اقدامات درکار
ہوں گے۔ انتخاب پسند یہودی مکمل قبضے کے لیے پورا زور لگا

پڑھ کر تیاری کرتے آئے ہیں) مطلوب ہیں، یقین یا ہو
بلکہ اسرائیل اور امریکہ مل کر انہیں پیدا کرنے میں تندہی
سے دن رات ایک کر رہے ہیں۔ یہودیوں کی یک جہتی،
گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے مشرق وسطیٰ کا نقشہ بدلا جا
رہا ہے۔ ایک بہت بڑی ہولناک جنگ ہونا بھی اس کی آہ
کی اہم علامات میں سے ہے۔ مسجد اقصیٰ کا (نحوذ باللہ)
انہدام اور یہ کل کی تعمیر بھی ضروری ہے۔ سوتیلوں اہداف پر
کام جاری ہے۔ مسجد اقصیٰ پر زیر زمین کھدائیاں 1967ء
سے جاری ہیں۔ اس سال جس جوش و جذبے، کف آلود
دباو لگی کے ساتھ یہودیت کے مقدس ترین دن یوم کپور پر
یقین یا ہو اور اس کی بیوی نے وہاں کا دورہ کیا۔ سینکڑوں
اسرائیلیوں کے ساتھ متعصب ترین وزیر گویر بن ایتان نے
اقصیٰ پر دھاوا بولا، دو بے زبان حال ان کے خطرناک عزائم
کا اظہار ہے۔

یو این جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت اور
دھواں دھار تقریر کے ارادے سے یقین یا ہو نیو یارک
گیا۔ پلان تو یہودیوں کی بڑی آبادی کے شہر نیو یارک اور
دیگر ریاستوں میں بھی جانے کا تھا۔ مگر نیو یارک میں
یقین یا ہو کے لیے کھلے منافی جذبات کا اظہار کرتا میسر نیو یارک
زہران مدانی، راہ کی رکاوٹ بن گیا۔ اپنی راہدہ حانی میں
ڈرے سبے چند گھنٹوں کا چکر لگا کر لوٹ جانا 'گریٹر اسرائیل'
کے معمار کو نہایت گراں گزرا۔ مدانی پر چنگھاڑنے، برا بھلا
کہنے کے سوا وہ کچھ نہ کر سکا۔ رسی سبھی کسر اسے آئینہ
دکھانے کو جنرل اسمبلی میں دنیا بھر کے ممالک کے
سفارت کاروں نے نکال دی۔ جو نبی تقریر کرنے یقین یا ہو
روٹا ہوئے مسکراتے ہوئے ساتھ، ستر ممالک کے نمائندے
باواز بلند احتجاج کرتے باہر نکل گئے۔ بھاری تعداد میں
خالی کرسیاں دجال کے چیف سیکرٹری کا منہ چڑاتی خطاب
سنتی رہیں۔ ٹرمپ نے بھی ملاقات کا وقت نہ دیا (چینی
صدر کی آہ اہم تر تھی)۔ یہ ضرور ہوا کہ موصوف کا آنا

اسلام آباد میں 28 تا 30 ستمبر شنگھائی کو آپریشن
تنظیم کی میٹنگ ہوئی۔ اس سے وقتی طور پر لانگ مارچ سے
اسلام آباد راولپنڈی جو کنفیڈریشن بنا ہوا تھا، کھل گیا۔
چین، روس، کرغزستان، قزاقستان، تاجکستان کی آمد مبارک
کہ ہم تاق ہمد وقت پاکستان کا نام ہی گویا بگاڑ بیٹھے۔
دارالحکومت کنفیڈریشن کا شہر بن گیا۔ یہ معیشت اور عوام پر
کتنا گراں ہے، کہ کاروبار زندگی، آمد و رفت، تجارت،
دفاتر، تعلیم سبھی معطل۔ مال سے بھرے کنفیڈریشن پر قبضہ
صرف مالکان کا نقصان نہیں۔ اموال تجارت کی زد میں بالآخر
عوام ہی آتے ہیں۔ ان کنفیڈریشن کا کرایہ اور پولیس کی
بھاری نفی پر روزانہ کروڑوں روپے عوام کے ٹیکسوں سے
ادا ہو رہے ہیں! ایک نسل 'دھروں کے دھرنے میں ہم
پل کر جوں ہوئے ہیں' کے نتیجے میں تعلیم، جس میں توجہ،
محنت، دل سوزی پہلے ہی مختا ہے، مزید تباہ ہوئی جاتی ہے۔
احتجاج عوام کا حق ضرور ہے مگر افہام و تفہیم سے
معاملات کو بہتر فوج پر سلجھایا جائے۔ چین کر، کرسی لینے کے
روپے درست کیے جائیں۔ 43200 پولیس نفی کی
تعمیناتی، انک، پنڈی، جہلم، مری، پکوال میں تعینات۔
کالج، سکول خالی کروا کر، وہاں اب ان کے کھانے پانی کا
انتظام مزید۔ پنڈی پانی کی کمی کا شکار، شہری شدید تالاں۔
پرائیویٹ ٹیکس کم یاب اور میٹھے ہیں۔ عالمی سطح پر پٹرول کے
ہاتھوں ستائے عوام تمام اشیائے ضروریہ کی مہنگائی بھگتتے
پہلے ہی اٹھتے پڑے تھے۔ ایران کے بعد حومیوں کی یمن
سے تیل کی ترسیل کی راہ میں باب المندب پر پیرہ نہ جانے
کیا دن دکھائے گا۔

اسرائیلی وزیراعظم کو ان کے بہت بڑے یہودی
پیشوا یہ مڑ دے سنا چکے ہیں کہ ان کا یہودی سیما، (جو یمن جنگی
محرم وزیراعظم اور ان کی ظالم کابینہ کے مطابق ہے) انہی
کی قیادت کے دوران آئے گا۔ سود دجال کے ظہور سے
پہلے جو حالات (احادیث میں مذکور، جسے یہودی، صیہونی

بھارت میں سرکاری سرپرستی میں مساجد کی شہادت مودی حکومت کی مسلم دشمنی کا واضح مظہر ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی ماڈل کے مطابق ہندوؤں کو بسا کر مسلمانوں کی نسل کشی کی سازش انتہائی تشویش ناک ہے۔ پاکستان کا فرض ہے کہ مقبوضہ کشمیر اور خود بھارت میں ظلم و ستم کے شکار مسلمانوں کی عملی مدد کرے۔

شجاع الدین شیخ

بھارت میں سرکاری سرپرستی میں مساجد کی شہادت مودی حکومت کی مسلم دشمنی کا واضح مظہر ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی ماڈل کے مطابق ہندوؤں کو بسا کر مسلمانوں کی نسل کشی کی سازش انتہائی تشویش ناک ہے۔ پاکستان کا فرض ہے کہ مقبوضہ کشمیر اور خود بھارت میں ظلم و ستم کے شکار مسلمانوں کی عملی مدد کرے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعظم پاکستان نے حال ہی میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خطاب کے دوران مقبوضہ کشمیر پر بھارتی مظالم کا ذکر تو کیا لیکن بھارت سے 15 اگست 2019ء کے وحشیانہ اقدام کو واپسی لینے کا مطالبہ نہیں کیا۔ پھر یہ کہ کشمیر اور بھارت کے مسلمانوں کی سیاسی، سفارتی اور اخلاقی مدد کا درس تو دیا جا رہا ہے مگر عملی اقدامات کیوں نہیں کیے جا رہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مودی حکومت 2014ء سے بھارت اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی نسل کشی کی منصوبہ بندی میں ملوث ہے۔ بین الاقوامی اداروں کی رپورٹس کے مطابق بھارت میں 2020ء سے اب تک کم و بیش 2166 مساجد شہید کی جا چکی ہیں۔ مودی کے ادارہ حکومت میں بھارت کے مسلمانوں پر زندگی تلک کردی گئی ہے۔ 15 اگست 2019ء کے بعد سے اب تک مودی حکومت نے اسرائیلی ماڈل کو اپناتے ہوئے مقبوضہ کشمیر میں بڑی تعداد میں ہندوؤں کو بسا کر مسلم آبادی کے تناسب کو کم کر دیا ہے، جو مقبوضہ کشمیر کو مستقل طور پر بھارت میں شامل کر کے مسلمانوں کی نسل کشی کے بھارتی منصوبہ کا ایک حصہ ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک پاکستان کا یہ فرض جتنا ہے کہ بھارت اور مقبوضہ کشمیر میں جاری مسلم مخالف اقدامات کے خلاف مضبوط اور توانا آواز بلند کرے اور دیگر مسلم ممالک کو اس حوالے سے اعتماد میں لے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ حکومت پاکستان دیگر حلیف ممالک مثلاً چین اور روس سے بھی مطالبہ کرے کہ وہ بھارت پر دباؤ ڈالیں کہ وہ مسلمانوں پر ظلم ختم کرے۔ پھر یہ کہ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کی جانب سے علاقائی معاملات میں مصالحت کی درخواست کو بھارت میں مسلمانوں پر ظلم کو رکوانے اور نسل کشی کے منصوبہ کے خاتمے سے مشروط کیا جائے۔ ان عملی اقدامات سے بھارت پر حقیقی معنوں میں عالمی دباؤ پڑے گا اور بھارت مجبور ہو جائے گا کہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کو ختم کرے۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کا اصل اور مستقل حل یہ ہے کہ پاکستان اپنے قیام کا مقصد پورا کرے اور ملک میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا نفاذ کیا جائے۔ اس صورت میں ہم بھارت کو لاکر عسکری کارروائی کی دھمکی بھی دے سکیں گے اور پھر اللہ کی مدد بھی ہمارے شامل حال ہوگی۔ ان شاء اللہ!

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

رہے ہیں۔ انہوں نے عرب اور اکثریتی مسلم ممالک سے اقصیٰ کی پشت پناہی کی درخواست کی۔ مشعل نے یوم کپور پر نعتن یا ہوا اور اسرائیلیوں کے مقدس مقامات پر دھاوے کے ایک ہفتے بعد یہ بات کی۔ انہوں نے فلسطینیوں پر زور دیا کہ وہ اقصیٰ میں اپنی مستقل موجودگی یقینی بنائیں۔ مسلم ورلڈ لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد اعصیٰ نے ان اشتعال انگیز یوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے مترادف ہے۔ بین الاقوامی برادری اسے روکے۔ مسجد اقصیٰ کی قانونی حیثیت کو مجروح کر کے قانون شکنی کی جا رہی ہے۔

سمجھ لیجیے کہ بین الاقوامی انتظام اقصیٰ کے لیے یوں طے شدہ ہے کہ: یہ علاقہ کلیتہاً مسلم عبادت کا مقام ہے۔ پورے 14,400 مربع کلومیٹر کا پیکس۔ بشمول قبة الصخرہ، قبلی مسجد، ارد گرد کے صحن، گیٹ اور مذہبی عمارات۔ یہ اسلامی وقف ہے جو مذہبی امور، اردن کی زیر نگرانی ہے۔ غیر مسلم، متعین اوقات میں آتے ہوئے گھر عبادت کے حقوق صرف مسلمانوں کے ہیں۔ حالیہ مہینوں میں اسرائیل نے بیوروہوں کو بار بار گھسالا نے کی جسارت سے وقف کی اتھارٹی، قوت نافذہ کو کمزور کیا ہے۔ وہ اقصیٰ کی بے حرمتی کے مرتکب ہیں۔

امینہ شریف، ڈل ایسٹ آئی، (20 اگست) میں لکھتی ہیں کہ کیا غزوہ کے بعد مسلمان، اقصیٰ کا تحفظ کر سکیں گے؟ طویل عرصے سے جس کا خدشہ تھا، وہ وقت قریب آگیا ہے۔ اقصیٰ (قبلہ اول، مقام معراج نبی) کی حیثیت بدلنے کی باتیں اب بلند آہنگ ہو رہی ہیں۔ کیا مسلم اُمت اس کے لیے تیار ہے؟ 3 سال سے دنیا، 2 ارب امت غزوہ کو دن رات تباہ ہوتے دیکھتی رہی۔ سیاسی خود مختاری بھی ختم ہو گئی۔ پوری اُمت کا رد عمل فیصلہ کن نہ بن سکا۔ غزوہ نے مسلمانوں کی کمزوری کا راز فاش کر دیا۔ جب وہ غزوہ کی آبادی، (نفسے جان جگر بچے بھی) نہ بچا سکے تو اقصیٰ کو کیونکر بچائیں گے؟

اُمت روحانی سیاسی سطح پر کھوکھلی ہو چکی۔ قربانی دینے سے خود کو بچاتے رہے۔ کیریئر، بزنس، ذاتی خواب، خواہشات آڑے آتی رہیں۔ فرمان نبوی کی روشنی میں اُمت مفلوج ہو چکی، حب الدنیا، کراہیت الموت کے ہاتھوں! بھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے



شہادت حق کی ذمہ داری

حافظ عاکف سعید

سابق امیر تنظیم اسلامی پاکستان

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (آیت: 143) اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت علی الناس کی ذمہ داری ادا فرمادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول سے بھی گواہی دے دی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف سے جو وحی آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام اس کو بیان کرتے اور اس کی وضاحت فرماتے رہے، دین کو لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام کو بھی قائم کر کے دکھا دیا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہم پر گواہی پوری ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کا نقشہ دکھا کر جنت تمام کر دی۔ دنیا نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے عہد نبوی اور دور خلافت راشدہ میں اسلام کے نظام بدل وقت کا حسین منظر دیکھ لیا۔ اس کی برکات و ثمرات مشاہدہ کر لیے۔ اب کون ہے جو اس امر سے ناواقف ہو کہ اس نظام میں عدل اجتماعی کس بلند سطح پر تھا، انسانی حقوق کا تصور کس قدر عظیم الشان تھا۔ اس تاریخی حقیقت سے خود بخود سائنسی اور یہودی بھی آگاہ ہیں۔ ان کے عوام الناس اس سے آگاہ ہوں نہ ہوں، ان کے اہل علم اس کو خوب جانتے ہیں۔ یہاں امت مسلمہ کو امت وسط کہا گیا ہے۔ امت وسط (درمیانی امت) کا ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ امت اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان لنک ہے۔ نبوت و رسالت کا دروازہ ابدالاً باد تک آپ پر آکر بند ہو گیا۔ اب کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ تو پھر نوح انسانی تک دین کو پہنچانے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ لوگوں کو ایمانی حقائق سے روشناس کون کرائے گا؟ انہیں شیطان کے جھکنڈوں سے کون آگاہ کرے گا؟ بندگان خدا کو آخرت کے انجام کے حوالے سے انداز اور تشبیہ کی ذمہ داری کس کے کندھوں پر ہوگی؟ یہ ذمہ داری

انفرادی طور پر تقویٰ اور اطاعت کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک قدم اور بھی اٹھانا ہوگا، اور وہ ہے دین حق کے شیعہ کی جدوجہد۔ اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا تقاضا ہے کہ ہم غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی اس نظام کے خاتمے کے لیے مربوط اور پیہم کوشش کریں جو باطل کے ایجنڈے پر چل رہا ہے اور جس کے تحت عدالتوں میں فیصلے ہو رہے ہیں۔ تاکہ اجتماعی اور ریاستی سطح پر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کے اصول پر اسلام کا مکمل عادلانہ نظام قائم ہو۔ اقامت دین کی یہ جدوجہد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا بھی تقاضا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف میں مومنوں کے اوصاف کے تذکرے میں فرمایا:

﴿قَالَتِیْنِ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّوْہُ وَنَصْرُوْہُ وَاتَّبِعُوْا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَہٗ لَا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

”تو جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائیں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کریں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کریں گے اور پیروی کریں گے اس نور کی جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نازل کیا جائے گا وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن دین حق کا غلبہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ نما عرب کی حد تک دین کو عملاً غالب کر کے دکھا دیا۔ اس عظیم مشن میں آپ کے جاں نثار صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس راہ میں ہر طرح کی قربانیاں دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر دین غالب ہو گیا۔ اب اس دین کو پورے روئے ارضی پر غالب ہونا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا تقاضا ہے کہ ہم اس مشن کے لیے اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں وقف کر دیں۔ اس کے بغیر ہماری بندگی بھی مکمل نہیں۔ یہ جدوجہد ہر مسلمان پر واجب ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور شہادت علی الناس اس امت کی ذمہ داری ہے۔

اس امت پر ڈالی گئی ہے۔ اب یہ اس امت کی ذمہ داری ہے کہ پوری دنیا کے سامنے دین کی شہادت دے۔ شہادت حق کا تقاضا یہ بھی ہے کہ دین کو قائم کر کے دکھائیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دین کے خلاف خود گواہی دے رہے ہیں۔ ہمارا عملی رویہ دنیا والوں کو یہ بتا رہا ہے کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین حق دیا گیا تھا، (نعوذ باللہ) وہ محض ساڑھے چودہ سو سال پہلے کے لیے تھا، آج کے لیے قابل عمل نہیں ہے۔ وہ صرف کتابوں میں لکھنے کے لیے قصیدے پڑھنے کے لیے ہے۔ دنیا والو، ہم تمہیں اسلامی نظام سے کیونکر روشناس کرائیں؟ تم تو خود تم سے نظام کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ گویا ہم اس معاملے میں قلاش ہیں۔ آج روئے ارضی کے دو ارب اور 158 اسلامی ممالک اپنے عمل سے پوری دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے کا نظام قابل عمل نہیں، اگر ہوتا تو سب سے پہلے خود ہم نے اسے اپنے ہاں قائم کیا ہوتا۔ ہمیں یہ بات دل میں بٹھالینی چاہیے کہ اللہ کی مدد اور نصرت حقیقتاً آئے گی جب اسلام سے بے وفائی کی اس روش کے برعکس ہم غلبہ دین کے لیے کام کریں گے۔ جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں، یہ نوے فیصد مسلمانوں کا معاشرہ ہے۔ دین کو قائم کرنے کی ذمہ داری ہر مسلمان پر ہے۔ اور اس معاملے میں سب سے بڑھ کر ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو ایوان اقتدار میں بیٹھے ہوئے ہیں، کہ ان کے پاس طاقت و اختیار ہے۔ اگر وہ یہ کام نہیں کرتے تو قیامت کے دن سب سے بڑے مجرم وہ ہوں گے۔ ان کے ساتھ ساتھ جن کو بھی اس ذمہ داری کا شعور ہے لیکن اسے ادا نہیں کر رہے، وہ بھی مجرم ہیں۔

اس ذمہ داری سے پہلو تہی کا نتیجہ ہے کہ ہم پر ذلت و رسوائی مسلط ہے۔ اللہ کی رحمت ہم سے روشنی چکی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے مسلمانو! تم لازماً نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے۔ (زبان سے بھی اور قوت سے بھی)۔ اور اگر تم نے یہ کام چھوڑ دیا تو اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک عذاب مسلط کر دے گا۔ پھر تم دعا مانگ کر رہو گے اور وہ تمہاری کچھ نہیں سنے گا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں واضح طور پر فرمادیا ہے کہ اگر تم نے یہ کام چھوڑ دیا اور اللہ سے وفاداری کا تقاضا فراموش کر دیا تو پھر اللہ تمہاری دعا مانگ نہیں سنے گا۔ ہاں اگر ہم یہ کام کریں گے تو اللہ ہماری مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ فرمایا

فلاح اُمت کے لیے قرآنی منشور

حلقہ لاہور غربی

محمد ثاقب عباسی

جس کا دایاں پر کئی سو سال تک مسلمانوں کے زیر اثر رہا۔ دوسری طرف عرب یعنی اس شاہین کا جسم اور اس کا بایاں پر ایک وقت میں سلطنت عثمانیہ کا ایک عالی شان مرکز تھا۔ ایک وقت تھا کہ مغلیہ سلطنت دنیا کی تیس فیصد دولت کی مالک تھی، دنیا کی 25 فیصد تجارت اسی خطے میں ہوا کرتی تھی، دنیا کی بہترین کاٹن، بہترین ریشم اور مصالحہ جات یہاں پائے جاتے تھے۔ دنیا کی سب سے بڑی ڈامنڈ مائنز یہاں ہوا کرتی تھیں۔ مگر دوسری طرف یہ وہ سلطنت تھی جس کے بادشاہ کے دربان کا کمر بند جین اور فرانس کی ریشم سے بنا آتا اور خوشبو مصر اور مراکش سے آیا کرتی۔ ایک وقت تھا کہ سلطنت عثمانیہ کے خلیفہ کی ایک لاکار سے پورا یورپ لرز جایا کرتا تھا لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی معیشت کا بادشاہ جبل میں بھوکا مر رہا ہے اور ادھر سلطنت عثمانیہ چوبیس ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکی اور قبلہ ساول بیت المقدس یہود و نصاریٰ کے قبضے میں چلا جاتا ہے۔

اس کی ایک ہی وجہ ہے۔ ”اللہ کا قانون“۔ جو بھی انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے تو اللہ کا قانون یہی ہے کہ اُسے دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب کا سزا چکھنا ہوگا۔ اور اگر فرماں بردار ہوں تو دنیا کی بڑی بڑی بادشاہتیں اُن کے قدموں میں گر جائیں گی۔ آج مسلمانوں کی سیاست، معیشت، کلچر، لائف سٹائل، انٹرنیشنل پالیٹکس، انٹرنیشنل ریلیشنز، میڈیا اور تعلیمی نظام سے لے کر کوئی چیز بھی نہ ہمارے کنٹرول میں ہے اور نہ ہم آزادی سے اپنے فیصلے کر سکتے ہیں حتیٰ کہ کرونا وائرس کے دنوں میں ہم نے یہاں تک دیکھ لیا کہ ہم اپنی نماز تک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نہ پڑھ سکے۔ یہ اسی دور کی تصویر ہے جس کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسلام کے نام کے سوا اس میں کچھ نہیں بچے گا اور قرآن میں اس کے الفاظ کے سوا کچھ نہیں باقی رہے گا۔ (تبیقی)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الرَّسُولُ لِيَرْبِ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ (سورۃ الفرقان)

”اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔“

آگے فرمایا:

﴿وَكَايْنٍ قَوْمٍ قَزِيَّةٍ عَنَّتْ عَنْ رَّبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسِبْنَهَا حَسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا تُنْكِرًا﴾ (سورۃ الطلاق)

”اور بہت سی بستیوں (کے رہنے والوں) نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور ان پر (ایسا) عذاب نازل کیا جو نہ دیکھا تھا نہ سنا۔“

گزشتہ دنوں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ملک گیر مہم بعنوان ”اُمت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات“ کا انعقاد کیا گیا جس دوران سیمینارز، دعوتی اجتماعات، کارنر میٹنگز، انفرادی ملاقاتوں، رہائشی و کمرشل علاقوں میں بینڈ بنگ، بیئرز و پول ٹیگنرز اور سوشل میڈیا کے ذریعہ خاص و عام حتیٰ کہ انہم شخصیات، حکمرانوں اور دیگر مسلم ممالک کے سفراء تک بھی اس اہم موضوع سے متعلق پیغام پہنچایا گیا تاکہ عوام الناس و خواص کی رائے ہموار کی جاسکے اور مسلمان اُمت مسلمہ اپنے حالیہ زوال کو دیکھتے ہوئے عروج یعنی اپنے اصل ہدف اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی طرف بڑھنے کے لیے کوئی لائحہ عمل طے کر سکے۔

استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ اپنی کئی تقاریر میں اُمت مسلمہ کے ممالک کا نقشہ بیان کرتے ہوئے اسے ایک شاہین سے تشبیہ دیتے تھے۔ اگر پورے عرب کو اس کا جسم سمجھ لیا جائے جس میں پاکستان، ایران اور سنٹرل ایشیا سے ہوتا ہوا ملائیشیا اور انڈونیشیا تک کے سلسلے کو اس کا دایاں پر اور مصر، سوڈان، لیبیا، تیونس، الجزائر سے مراکش تک کو اس کا بایاں پر۔ اتنی عظیم الشان تاریخ رکھنے والی اُمت

گیا: ﴿وَلْيَنْصُرُوا اللَّهَ مِمَّنْ يَنْصُرُهُ﴾ (الحج: 40) جو کوئی اللہ کی مدد کرے (یعنی اللہ کی زمین پر، اللہ کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرے) تو اللہ یقیناً اُس کی مدد کرے گا۔ اگر بندے اس کو بھول کر اپنے پیٹ کے دھندوں میں دنیا داری کے چکر میں پڑے ہوئے ہوں، تو پھر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے گا۔ اس وقت ہماری یہی صورتحال ہے۔ ہم زبوں حالی کا شکار ہیں۔ ہمیں اللہ کی نصرت کی بڑی شدید ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ہمارے سر پر اس وقت ظاہراً مادی اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت یعنی امریکہ مسلط ہے۔ اس نے پاکستان کو اپنی چراگاہ بنا رکھا ہے۔ امریکا کا ایجنڈا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ اسی ابلیسی ایجنڈے کو کبھی نام نہاد ”دہشت گردی کے خلاف جنگ“ کبھی غزوہ پر حملوں کی صورت میں، فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کر کے تو کبھی ایران پر حملوں کی صورت میں پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس عنوان کے پیچھے ان کے جو اصل عزائم ہیں وہ ساری دنیا جانتی ہے۔ امریکہ اور اُس کے حلیف اس شیطانی کام میں ہم پاکستانیوں کو اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ہم نے آج تک یہی کہا ہے کہ زمینی حقائق دیکھنے چاہئیں۔

بہر حال اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم اپنا قبلہ درست کرے، تاکہ اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہو، ورنہ صرف چہرے بدلنے سے حالات نہیں بدلیں گے۔ شیطانی قوتوں کی ڈکٹیشن سے بچنے کا بڑا آسان راستہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اس کے دین کی وفاداری اختیار کریں۔ اس راستے پر آئیں گے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ہمیں سر بلندی عطا فرمائے گا۔ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْرِجْكُمْ أَفْئِدًا مِّنْكُمْ﴾ (سورۃ محمد) ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔“ سورۃ الحج میں فرمایا: ﴿وَلْيَنْصُرُوا اللَّهَ مِمَّنْ يَنْصُرُهُ﴾ (آیت: 40) اور اللہ لازماً مدد کرتا ہے اُن کی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کے غلبے کے لیے اپنا تن من و جھن لگانے کی ہمت اور توفیق فرمائے۔ (آمین)



آج اُمت کی کامیابی اور ترقی کے لیے کوئی روڈ میپ چاہیے یا منصوبہ، قرآن مجید کے سوا کوئی ایسی کتاب ہے جو اُمت کو کامیابی کا منشور پیش کر سکے۔ ہم میں سے کوئی فرد ہو یا ادارہ یا حکومت یا پوری اُمت، قرآن مجید اس کے سامنے پانچ نکاتی منشور پیش کرتا ہے جس پر عمل کئے بغیر دنیا میں ذلت و فساد اور بربادی و بد حالی ختم نہیں ہو سکتی۔

1۔ سورۃ آل عمران کی آیت 110 کے مطابق اس اُمت کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ یہ انسانوں کو خیر کی طرف بلائے اور برائیوں اور اللہ کی نافرمانیوں سے روکے۔ اگر یہ اُمت اس کام کے لیے تیار ہو جاتی ہے تو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگی ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نیکی کا حکم نہیں دو گے اور لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں سے نہیں روکو گے تو تم پر عذاب مسلط کر دیا جائے حتیٰ کہ تم دعائیں کرو گے مگر تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔

2۔ دوسرا نکتہ یہ کہ اللہ اس کائنات کا مالک و خالق ہے تو مخلوق میں سے کون ہے جو اس کے مقابلے پر آئے اور اُس کی مخالفت کرے۔ مراکش سے انڈونیشیا تک پوری اُمت اس سودی نظام کا حصہ بن کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے مخالف کھڑی ہے۔ آج سورۃ البقرہ کی آیت 279 ہمیں خبردار کر رہی ہے کہ سودی معیشت کو چھوڑ دو ورنہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کا اُس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ سورۃ المجادلہ کی آیت 22 پوری اُمت کو خبردار کر رہی ہے کہ کیا کوئی اللہ کا مخالف ہو کر دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ آج اُمت کو جان لینا چاہیے کہ اللہ کا واضح اعلان ہے کہ سودی معیشت کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اللہ کو ناراض کر کے ہمارے معاملات بالخصوص ہماری معیشت میں کبھی بھی بہتری نہ آ سکے گی بلکہ حالات بد سے بدتر ہونے کا خدشہ ہے۔

3۔ منشور کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ اُمت اتحاد کے بغیر دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہود و نورو و نصاریٰ جی سیون، جی ایٹ اور جی ٹوٹی جیسے سیاسی اور نیو جیسے عسکری اتحاد قائم کر کے اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن سورۃ الانفال کی آیت 73 اُمت کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے: ”اے مسلمانوں ان کے مقابلے میں تم بھی اپنا اتحاد قائم کرو ورنہ دنیا میں فتنہ و فساد ختم نہیں ہو سکتا۔“

4۔ اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ میں مسلمانوں کو خبردار کر

رہے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ ان کا آپس میں ایک اتحاد بن چکا ہے اور جو بھی اس صیہونی اتحاد کا حصہ بنے گا یا اس اتحاد کا ساتھ دے گا یا اس کا اتحادی بنے گا یا اس سے خوف رکھے گا یا اس سے امیدیں وابستہ کرے گا یا اُن کی خوشنودی کے لیے بے قرار ہوگا وہ اللہ کی عدالت میں انہی میں شامل کر دیا جائے گا۔ آج کے مسلم حکمران اللہ سے زیادہ اُن سے خوف کھائیں، یا امیدیں رکھیں یا ان سے محبت کریں تو دنیا میں ان کی ذلت و بربادی کو کوئی نہیں روک سکتا۔

5۔ اس منشور کا پانچواں نکتہ سب باتوں کا خلاصہ بھی ہے اور حرف آخر بھی۔ سورۃ العنکبوت کی آخری آیت کے مطابق اللہ کے دین کی مدد کے لیے ایک پکار رسید نامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی تو دوسری سورۃ محمد کی آیت 7 میں نبی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لگائی گئی ہے کہ جو اللہ کے دین کی مدد کرے

گا، اللہ تعالیٰ اُس کی مدد ضرور کرے گا، اُس پر کوئی غالب نہیں آ سکے گا اور اس کے قدم مضبوطی سے جمائے رکھے گا۔ اگر معیشت مضبوط کرنی ہے، دنیا میں رسوائی سے بچنا کر اپنا کھو یا مقام واپس لینا ہے، امن و امان اور عدل و انصاف کا نظام تیار کرنا ہے تو قرآن سے جڑنا ہوگا، دین کی دعوت دینی ہوگی اور اسی قرآن کے ذریعے جہاد کرنا ہوگا۔ اور اگر اُمت نے یہ کام کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامیابی کی گارنٹی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اُمتِ مسلمہ کو دینی ذمہ داریوں کا شعور عطا فرمائے، نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی توبہ کی بھی توفیق عطا فرمائے اور دنیاوی مفادات کو پیچھے رکھتے ہوئے اللہ کے دین کے وفادار بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ دین کے مشن کو بذریعہ فریضہ شہادت علی الناس ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ﴿﴾ ﴿﴾ ﴿﴾

قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی (آن لائن کورس)

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بذاتِ خود مرتب اور بیان کردہ

قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مشتمل۔ الہدی سیریز کے 44 آڈیو لیکچرز

Learning Management System

موبائل فون پر لیکچر سنیں۔ موبائل فون پر پیپر حل کریں۔ موبائل فون پر رزلٹ حاصل کریں

Sign up at: www.QuranAcademyLahore.com

Whatsapp: 03334470224

مرکزی انجمن خدام القرآن 36-K Model Town Lahore

ہفت روزہ ”ندائے خلافت“

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظام خلافت کا نقیب،

ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیر مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربین، تعلیمی اداروں،

لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست،

احباب اور اعزہ و اقربا تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

مکہ کی طرف اٹھتی نظریں.....

خالد نجیب خان، معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت

قیادت کرنے کے بجائے بعد کے برسوں میں تربیتی معاون کا کردار ادا کیا۔ تاریخ میں معمولی سی درستی بھی کبھی کبھی پورے استدلال کو زیادہ معتبر بنا دیتی ہے۔

دوسری طرف مسلم دنیا کے پاس تنظیموں کی کمی نہیں۔ اسلامی تعاون کی تنظیم موجود ہے، علاقائی تعاون کی تنظیمیں موجود ہیں، جنوبی ایشیا میں علاقائی تعاون کی تنظیم بھی قانونی طور پر قائم ہے۔ اجلاس ہوتے ہیں، اعلامیے جاری ہوتے ہیں، عہدے دار موجود ہیں، دفاتر کھلے ہیں اور فائلیں بھی یقیناً اپنی پوری صحت کے ساتھ زندہ ہیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ عام آدمی کو ان اداروں کی زندگی کے آثار کم ہی دکھائی دیتے ہیں۔

اتحاد اگر صرف اجلاس کا نام ہے تو پھر دنیا میں اجلاس بہت ہیں اور اگر اتحاد مشترکہ قوت کا نام ہے تو پھر سوال کچھ مشکل ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں مکہ دفاعی معاہدے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ سعودی عرب، پاکستان اور ترکیہ تین مختلف جغرافیائی حدود، مختلف سیاسی تجربات اور مختلف قومی ترجیحات رکھنے والی ریاستیں ہیں۔ اگر ان کے درمیان دفاعی تعاون محض کسی وقتی بحران کا رد عمل نہ ہو بلکہ مستقل ادارہ جاتی شکل اختیار کرے، تو اس کے اثرات صرف تین ممالک تک محدود نہیں رہ سکتے بشرطیکہ جذبات کو اداروں میں اور نعروں کو حکمت عملی میں تبدیل کرنا ہوگا۔

گزشتہ ربع صدی کی عالمی سیاست نے ہمیں بہت کچھ دکھایا ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے بعد امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کا آغاز کیا۔ افغانستان پر امریکی قیادت میں کارروائی ہوئی، بعد ازاں عراق پر حملہ ہوا، اور پھر لیبیا، شام اور مشرق وسطیٰ کے دوسرے تنازعات نے پورے خطے کو عدم استحکام کی ایک طویل زنجیر میں جکڑ دیا۔ عراق کے خلاف بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے دعوے بعد میں شدید سوالات کی زد میں آئے اور وہ جنگ آج بھی خارجہ پالیسی کی تاریخ کے بڑے متنازع ابواب میں شمار ہوتی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ان تمام واقعات کو ایک ہی سازش کی ایک ہی لکیر سے جوڑ دینا تاریخ کو ضرورت سے زیادہ سادہ بنا دیتا ہے۔ ہر جنگ کے اپنے محرکات، اپنے فریق، اپنے مقادات اور اپنے پیچیدہ علاقائی حالات ہوتے ہیں۔ تاہم یہ سوال ضرور باقی رہتا ہے کہ گزشتہ ربع صدی میں

معاہدہ دراصل دفاع کب بنتا ہے؟“ یہاں ایک فرق سمجھنا ضروری ہے۔ معاہدہ جنگ کا اعلان نہیں ہوتا، بلکہ عموماً جنگ روکنے، خطرہ کم کرنے اور فریقین کو ایک دوسرے کی سلامتی سے جوڑنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لیے کسی بھی معاہدے کی اصل طاقت اس بات میں نہیں ہوتی کہ اس پر کتنی بڑی تقریر کی گئی، بلکہ اس میں ہوتی ہے کہ بحران کے وقت اس کی شرائط کتنی واضح، ادارے کتنے مضبوط اور فیصلہ سازی کتنی موثر ہے۔

پاکستانی دفتر خارجہ کی طرف سے یہ اشارہ بھی سامنے آیا کہ اس وقت معاہدے کو مزید ممالک تک پھیلانے کے بجائے پہلے موجودہ تعاون کے ڈھانچے کو مضبوط کرنا زیادہ ضروری ہے۔ شاید یہی وہ بات ہے جسے ہماری مسلم دنیا کو بہت پہلے سمجھ لینا چاہیے تھا۔ اتحاد صرف یہ نہیں کہ چند سربراہان ایک میز کے گرد بیٹھ جائیں، تصویریں بنوائیں، اعلامیہ جاری کریں اور پھر اپنے اپنے دارالحکومت واپس چلے جائیں۔ اتحاد تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مشترکہ خطرے کے وقت مشترکہ معلومات، مشترکہ حکمت عملی، مشترکہ سفارتی موقف اور ضرورت پڑنے پر مشترکہ دفاعی صلاحیت بھی موجود ہو۔

دنیا کی تاریخ میں دفاعی اتحادوں کی کمی نہیں۔ اقوام متحدہ کا قیام بھی عالمی امن کے لیے ہوا تھا، مگر بڑی طاقتوں کے مفادات، سلامتی کونسل میں اختیار کے عدم توازن اور ریاستی خود غرضیوں نے عالمی ادارے کی عملی قوت کو پارہا پارہ کر دیا۔ اسی لیے مختلف ممالک نے اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے علاقائی اور دفاعی اتحاد تشکیل دیئے۔

شمالی بحر اوقیانوس معاہدے کی تنظیم، جسے دنیا اختصار سے نیٹو کہتی ہے، اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ یوگوسلاویا، کوسوو، افغانستان اور لیبیا کے بحرانوں میں اس اتحاد نے مختلف نوعیت کے فوجی کردار ادا کیے۔ البتہ عراق کے معاملے میں یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ نیٹو نے جنگی حملے کی

مکہ مکرمہ کے گرد اگر کبھی خطرے کا کوئی سایہ بھی منڈلانے لگے تو دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن کا ایک تیز ہوجاتی ہے۔ حرمین شریفین محض دو مقدس مقامات نہیں، ایک ایسی روحانی نسبت ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں کی عقیدت کسی سرحد، پاسپورٹ یا سیاسی نقشے کی محتاج نہیں۔ اسی لیے جب سعودی عرب کی جانب سے یہ دعویٰ سامنے آیا کہ حوثیوں کی طرف سے مکہ مکرمہ کو نشانہ بنانے کے لیے ڈرون بھیجا گیا جسے شہر کی حدود سے باہر روک لیا گیا، تو خبر نے معمول کی سفارتی تشویش سے کہیں بڑھ کر جذباتی اضطراب پیدا کیا۔ دوسری جانب حوثیوں نے اس دعوے کی تردید کرتے ہوئے اپنے بیان میں سعودی عرب کے اندر دیگر اہداف کو نشانہ بنانے کی بات کی۔

یہ واقعہ ایسے وقت میں سامنے آیا جب سعودی عرب، پاکستان اور ترکیہ کے درمیان مکہ مکرمہ میں دفاعی تعاون کے معاہدے کو زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ معاہدے کی سیاسی ابھی خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ سوالات کی روشنائی پھیلنے لگی: اگر حرمین شریفین کی سلامتی خطرے میں پڑے تو اس دفاعی عہد کا عملی مفہوم کیا ہوگا؟ پاکستان کیا کرے گا؟ ترکیہ کیا کرے گا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا مسلمان ممالک کے درمیان دفاعی تعاون صرف معاہدوں کے صفحات تک محدود رہے گا یا کسی نازک گھڑی میں اس کی کوئی عملی صورت بھی سامنے آئے گی؟

اسلام آباد کا موقف اس معاملے میں نسبتاً واضح رہا ہے۔ پاکستان سعودی عرب کی خود مختاری، علاقائی سالمیت اور سلامتی کی حمایت کرتا ہے اور سعودی شہری و اقتصادی تنصیبات پر حملوں کی مذمت کر چکا ہے۔ پاکستانی حکام کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ دفاعی معاہدے کے تحت متعلقہ حالات میں معاہدے کی شرائط کے مطابق اقدام کیا جائے گا۔ یہ الفاظ سفارت کاری کی دنیا میں شاید مختصر و کھائی دیں، مگر ان کے پیچھے ایک بڑا سوال موجود ہے کہ ”دفاعی

مشرق وسطیٰ اور مسلم دنیا میں ہونے والی مسلسل جنگوں، مداخلتوں اور داخلی تصادموں سے فائدہ آخر کس کو پہنچا؟

یہ سوال شاید کسی ایک ملک کے خلاف نعرے سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ مسئلہ صرف امریکہ یا اسرائیل کی پالیسیوں کا نہیں؛ مسئلہ مسلم ممالک کی اپنی باہمی کمزوری کا بھی ہے۔ جس دنیا میں ریاستیں اپنے دفاع، تجارت، ٹیکنالوجی، توانائی، خوراک اور سفارت کاری میں ایک دوسرے کی محتاج ہوتی جا رہی ہوں، وہاں مسلم ممالک اگر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا رہیں تو یہ دونی قوتوں کو مداخلت کے مواقع خود بخود دیتے رہیں گے۔

آج ایران اور بعض عرب ممالک کے درمیان کشیدگی ہو، یمن کا بحران ہو، غزہ کی تباہی ہو، لبنان کی بے یقینی ہو یا فلسطینی مسئلہ؛ ہر جگہ ایک حقیقت سامنے آتی ہے کہ مسلم دنیا کے پاس آبادی ہے، وسائل ہیں، جغرافیہ ہے، توانائی ہے، بندرگاہیں ہیں، منڈیاں ہیں، افواج ہیں اور سفارتی وزن بھی ہے، مگر ان تمام قوتوں کو ایک مربوط حکمت عملی میں ڈھالنے کی صلاحیت اب بھی سوالیہ نشان ہے۔ غزہ اس سوال کی سب سے دردناک مثال ہے۔

ایک طرف انسانی تباہی کی خبریں آتی ہیں، دوسری طرف مسلم دنیا کے دارالحکومتوں سے مذمتی بیانات جاری ہوتے ہیں۔ اعلیٰ آتے ہیں، قراردادیں آتی ہیں، اجلاس ہوتے ہیں، تصاویر بنتی ہیں، پھر دنیا اپنے معمول پر لوٹ جاتی ہے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ مذمت نہیں ہوتی چاہیے؛ مسئلہ یہ ہے کہ ”مذمت کے بعد کیا ہونا چاہیے؟“

اگر کسی ظلم کے خلاف صرف بیان جاری کرنا ہی پوری حکمت عملی ہے تو پھر سفارت کاری کی پوری افیت کا کام ایک ہی لفظ سے چل سکتا ہے: ”مذمت“

لیکن ریاستیں صرف الفاظ سے محفوظ نہیں ہوتیں۔ انہیں مضبوط معیشت، جدید دفاعی صنعت، مشترکہ انٹیلی جنس، باہمی تجارت، توانائی کے مشترکہ منصوبے، سفارتی ہم آہنگی اور ایسی سیاسی بصیرت درکار ہوتی ہے جو جذبات سے بلند ہو کر طویل مدت کو دیکھ سکے۔ اسی لیے مکہ دفاعی معاہدے کو بھی محض ایک جذباتی عنوان کے طور پر دیکھنا شاید اس کی اصل اہمیت کو کم کر دے۔ اگر یہ معاہدہ واقعی دیر پا بننا ہے تو اسے شخصیات سے زیادہ اداروں، تقریروں سے زیادہ عملی منصوبوں اور وقتی بحرانوں سے زیادہ مستقل حکمت عملی سے وابستہ ہونا ہوگا۔ اور

حریم شریفین کے معاملے میں تو احتیاط کی ایک اور وجہ ہے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کسی سیاسی جماعت، کسی حکومت یا کسی ایک ملک کے مذہبی اثاثے نہیں؛ دنیا بھر کے مسلمانوں کے قلب و نظر سے وابستہ مقدس مقامات ہیں۔ ان کی سلامتی پر کوئی خطرہ ہو تو اختلافات اپنی جگہ، مگر اصولی تشویش مشترک ہونی چاہیے۔

البتہ کسی بھی حملے کے دعوے کی تصدیق اور ذمہ دار فریق کا تعین جذبات نہیں بلکہ قابل اعتماد شواہد سے ہونا چاہیے، کیونکہ جنگ کے زمانے میں خبر بھی کبھی میزائل کی طرح استعمال ہوتی ہے۔ اور شاید یہی آج کے مسلمان حکمرانوں کے لیے اصل امتحان ہے۔ انہیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ صرف ایک دوسرے کے خلاف شکایتوں کی فہرست بناتے رہیں گے یا اپنی مشترکہ قوت کو واقعی ایک سیاسی، معاشی اور دفاعی قوت میں تبدیل بھی کریں گے۔

اتحاد کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ تمام مسلم ممالک ایک جیسی حکومتیں قائم کر لیں۔ اتحاد کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہر ملک اپنی قومی ترجیحات قربان کر دے۔ اتحاد کا مطلب اتنا ضرور ہے کہ جب کسی ایک کی سلامتی خطرے میں ہو تو

باقی اسے تہا نہ چھوڑیں؛ جب کسی کے خلاف معاشی دباؤ ہو تو دوسرے متبادل پیدا کریں؛ جب کسی قوم پر سفارتی دباؤ آئے تو باقی اس کے ساتھ کھڑے ہوں اور جب جنگ کا خطرہ منڈلائے تو جذباتی نعروں کے بجائے پہلے سے تیار مشترکہ حکمت عملی سامنے ہو۔

ورنہ ہر بحران کے بعد ہم وہی سوال پوچھتے رہیں گے: ”اتحاد کہاں ہے؟“ اور جواب میں ایک اور اجلاس بلا لیا جائے گا، ایک نیا اعلامیہ جاری ہوگا، ایک اور تصویر بنے گی اور کسی فائل میں درج ہو جائے گا کہ مسلم دنیا نے ایک بار پھر ”اتحاد پر مکمل اتفاق رائے“ کا اظہار کر دیا ہے۔

درحقیقت مسئلہ مسلمانوں کی تعداد، وسائل یا نعروں کی کمی کا نہیں؛ مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اتحاد کو ایک جذبہ سمجھ لیا ہے، حالانکہ دنیا اسے ایک ادارہ، ایک حکمت عملی اور ایک ذمہ داری سمجھ کر چلاتی ہے۔ مکہ کی طرف اٹھتی ہوئی دنیا بھر کے مسلمانوں کی نظریں شاید اسی دن مطمئن ہوں گی جب انہیں صرف معاہدوں کے الفاظ نہیں، ان الفاظ کے پیچھے کھڑی ہوئی عملی قوت بھی دکھائی دے گی۔



ہفت روزہ ندائے خلافت میں ”ضرورت رشتہ“ کے اشتہار سے متعلق ہدایات

قواعد و ضوابط

- (1) ندائے خلافت میں بنیادی طور پر رفقاء و رفیقہات تنظیم یا ان کے قریبی رشتہ داروں کے ”ضرورت رشتہ“ کے اشتہار شائع کیے جاتے ہیں۔
- (2) فی اشتہار 500 روپے ہدیہ وصول کیا جائے گا۔ رقم نقد مکتبہ خدام القرآن یا بینک اکاؤنٹ (0062 871003) مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، دینی اسلامک بینک، پیکیو روڈ لاہور کے ذریعے وصول کی جائے گی۔ رسید مکتبہ کے وائس ایپ نمبر 0301-1115348 پر Send کریں۔
- (3) رفقاء و رفیقہات کے قریبی رشتہ داروں مثلاً بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی وغیرہ کے ضرورت رشتہ کے لیے بھی یہی اصول اور ریٹ کار فرما ہوگا۔
- (4) ایسے خواتین و حضرات جن کو تنظیم کے ذمہ داران Recommend کریں، کا اشتہار شائع کیا جائے گا۔
- (5) ایسے اشتہارات شائع نہیں کیے جائیں گے جن میں ذات پات کی پابندی یا دنیوی عہدے یا حیثیت کو شرط بنایا گیا ہو۔ نیز اشتہار میں اس بات کا تذکرہ بھی لازماً ہوگا کہ دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔
- (6) کسی میرج بیورو کا اشتہار شائع نہیں ہوگا۔
- (7) اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

امریکی مصنفہ کا مسلم خواتین کے نام خط

جوانا فرانسس

ترجمہ و تلخیص: محمد مصطفیٰ ناصر

خاندان پہلے ہی تباہ کیے جا چکے تھے۔

اور آپ جانتی ہیں کہ اس سب کے پیچھے کون ہے؟ میری بہنو! دھوکا نہ کھائیں۔ ان بھیڑیوں کو موقع مت دیں کہ وہ آپ کو بھی دھوکا دیں۔ اپنی پاکیزگی، حیا اور عفت کو برقرار رکھیں۔ ہم عیسائی عورتوں کو بھی یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ عورت کی زندگی حقیقت میں کیسی ہونی چاہیے۔ ہمیں آپ کی ضرورت ہے کہ آپ ہمارے لیے ایک مثال قائم کریں، کیونکہ ہم راستہ ہلک جھکی ہیں۔ لہذا اپنی پاکیزگی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور یاد رکھیں کہ جو چیز ایک بار ہاتھ سے نکل جائے، اسے ہمیشہ پہلے جیسی حالت میں واپس لانا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنی پاکیزگی کی حفاظت پوری احتیاط سے کریں۔

”ہمیں آپ سے سیکھنے کی ضرورت ہے“

جوانا فرانسس کے اس اعتراف کا مرکزی نکتہ یہی ہے کہ مغربی دنیا نے عورت کی آزادی کا جو تصور پیش کیا، وہ لازماً عورت کو خوشی، سکون اور تحفظ تک نہیں پہنچاتا۔ وہ مسلمان خواتین کو خبردار کرتی ہے کہ انہیں بھی اسی راستے پر چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے، جس راستے نے مغربی عورت کو تباہ کر دیا۔

ان کے بقول پہلے حیا کو ”پسماندگی“ کہا جائے گا، پھر پردے کو ”قیّد“ قرار دیا جائے گا، خاندان کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ بتایا جائے گا اور ماں بٹنے کو عورت کی آزادی کے خلاف سمجھایا جائے گا۔ آہستہ آہستہ عورت کو یہ یقین دلایا جائے گا کہ اس کی اصل قدر اس کے لباس، جسم، حسن اور دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کی صلاحیت میں ہے۔ وہ مسلمان خواتین سے کہتی ہیں کہ اس فریب سے بچیں۔

”آپ کی اصل قدر کیا ہے؟“

خط میں جوانا فرانسس مسلمان عورت کے حجاب، حیا اور خاندانی زندگی کو محض مذہبی رسوم نہیں بلکہ عورت کے وقار اور عزت کی علامت کے طور پر دیکھتی ہیں۔

وہ لکھتی ہیں کہ مغربی دنیا میں عورت کو آزادی کے نام پر بہت کچھ ملا، لیکن اس کے ساتھ تنہائی، خاندانی کمزوری، رشتوں کا عدم تحفظ اور جسمانی حسن کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کا رجحان بھی بڑھا۔ ان کے نزدیک عورت کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ محض ایک جسم نہیں بلکہ محبت، وفاداری، ماں ہونے، بیوی ہونے اور

انسان کو بعد میں احساس ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ایسی چیز دے دی جس کی حفاظت کرنی چاہیے تھی۔ بعض اوقات وہ شخص چلا جاتا ہے اور عورت کے پاس صرف یادیں، آنسو اور بچھڑتا وارہ جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو رومانوی فلموں میں نہیں دکھائی جاتی۔

وہ آپ کے خاندانوں کو بھی تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کو یہ باور کرانے کی کوشش کریں گے کہ بچے کم سے کم ہونے چاہئیں۔ وہ شادی کو لمبائی کی ایک شکل بنا کر پیش کرتے ہیں، مادری زندگی کو ایک مصیبت قرار دیتے ہیں اور حیا و پاکیزگی کو فرسودہ خیالات بتاتے ہیں۔

یہاں تک کہ یورپی عورتوں کو بھی ایک طرح کی ذہنی تربیت دی گئی ہے کہ وہ یہ سمجھ لگیں کہ مسلمان عورتیں مظلوم ہیں۔

لیکن حقیقت میں مظلوم تو ہم خود ہیں!

ہم ایسے فیشن کی غلام بن چکی ہیں جو ہماری عزت اور وقار کو کھاتا ہے۔ ہم اپنے جسم کے وزن کے بنون میں مبتلا ہیں۔ ہم محبت حاصل کرنے کے لیے مردوں کے سامنے التجا کرتی ہیں، جبکہ بہت سے مرد خود بڑے ہونے اور فائدہ داری قبول کرنے سے گریزاں ہیں۔

اور ہم اپنے دل کی گہرائیوں میں خوب جانتی ہیں کہ ہمیں دھوکا دیا گیا ہے۔ اسی لیے ہم آپ مسلمان خواتین سے متاثر ہوتی ہیں اور آپ سے حسد بھی کرتی ہیں اور آپ پر رشک بھی۔ اگرچہ ہم میں سے بعض اس اعتراف کے لیے تیار نہیں۔

براہ کرم ہمیں لچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ ہم اپنی موجودہ حالت سے خوش ہیں یا ہمیں یہ سب کچھ پسند ہے۔ ہماری اس حالت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب ہم چھوٹی تھیں تو ہماری حفاظت اور رہنمائی کے لیے مضبوط خاندان موجود نہیں رہے تھے، کیونکہ ہمارے

امریکی مصنفہ اور دائیں بازو کی مشہور کیٹھولک صحافی جوانا فرانسس (Joanna Francis) نے مسلمان خواتین کے نام ایک کھلا خط لکھا ہے۔ جو ایک جہاں دیدہ خاتون کے درد دل کی ترجمانی اور چشم کشا حقائق پر مبنی ہے۔ خط میں ایک عیسائی خاتون نے مسلمان عورتوں سے مخاطب ہو کر مغربی معاشرے کے ان تاریک پہلوؤں کو طشت از باہم کیا ہے، جنہیں ترقی، عورت کی آزادی اور خوش حالی کے خوشناموں کے ساتھ پیش کر کے مسلم خواتین کو دھوکا دیا جاتا ہے تاکہ وہ بھی مغربی عورت کی طرح اپنی سب سے قیمتی متاع، اپنی حیا، پاکیزگی، خاندان اور نسوانی وقار کو جدیدیت کے نام پر قربان نہ کریں۔ خط بہت مفصل ہے، ہم اس کے اہم نکات پر بات کرتے ہیں:

”وہ آپ کو بھی بہکانے کی کوشش کریں گے“

لکھتی ہیں: ”وہ آپ کو ایسی فلموں، ڈراموں، موسیقی اور تفریح کے ذریعے لہکانے کی کوشش کریں گے جو آپ کے جذبات اور خواہشات کو بھڑکاتی ہیں۔ وہ ہم امریکی عورتوں کی ایک ایسی جھوٹی تصویر پیش کریں گے، جس میں ہم خود کو بے حد خوش، مطمئن اور اپنی زندگی پر فخر کرنے والی دکھائی دیتی ہیں۔ ہمیں ایسے لباس میں دکھایا جائے گا جس سے ہمارے جسم کی نمائش ہو اور یہ باور کرایا جائے گا کہ خاندان کے بغیر بھی عورت مکمل اور خوش حال زندگی گزار سکتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری اکثریت خوش نہیں ہے۔ یقین کیجیے! ہم میں سے لاکھوں خواتین ذہنی دباؤ اور افسردگی کی اویںات استعمال کرتی ہیں۔ بہت سی اپنی ملازمتوں سے خوش نہیں۔ ہم راتوں کو ان مردوں کے لیے روتی ہیں جنہوں نے کبھی کہا تھا کہ وہ ہم سے محبت کرتے ہیں، پھر اپنی غرض کے لیے ہمارا استحصال کیا اور ہمیں تنہا چھوڑ دیا۔ جب محبت کے وعدے کے پیچھے کوئی مستقل عہد نہ ہو تو

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم سوفٹ ویئر انجینئر، قد "4'5"، صوم و صلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند کے لیے دیندار، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0302-1729209

☆ لاہور میں رہائش پذیر بلوچ فیملی کو اپنی بیٹی، کنواری، عمر 35 سال، تعلیم ایم۔ اے سوشیالوجی، قد "4'5"، رجوع الی القرآن کورس، تجویذ ٹیچر، کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0301-4549940

☆ بیرون ملک مقیم رفیق تنظیم، عمر 56 سال، کونکاج ثانی کے لیے دینی مزاج رکھنے والی خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ بیوہ یا مطلقہ خاتون بھی قابل قبول ہے۔ عمر ترجیحاً 35 سے 40 سال ہو۔ تنظیم اسلامی سے وابستہ خاتون کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0345-6557217

☆ اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

اعتذار

ندائے خلافت کے شمارہ 36، 2026ء (9 تا 15 ربیع الثانی 1448ھ/22 تا 28 ستمبر 2026ء) میں 'منبر و مجراب' کے ذیل میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ رحمہ اللہ کے خطاب جمعہ 11 ستمبر 2026ء کی تحفیس میں صفحہ نمبر 7 پر مرحوم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کو سہو تنظیم اسلامی کا معزز رفیق لکھ دیا گیا تھا۔ مرحوم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب تنظیم اسلامی کے ایک معزز حبیب تھے۔ ادارہ اسی سہو پر قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

مسلمان عورتیں بھی اسی راستے پر چلیں۔

وہ آخر میں مسلمان خواتین سے یہی کہتی ہیں:

"اپنی پاکیزگی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، کیونکہ جو چیز ایک ہار ضائع ہو جائے، اسے پہلے جیسا واپس لانا ممکن نہیں ہوتا۔"

میں امید کرتی ہوں کہ میری یہ باتیں اسی جذبہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی جس جذبہ سے میں انہیں لکھ رہی ہوں:

دوستی، احترام اور تحسین کے جذبہ کے ساتھ

آپ کی عیسائی بہن کی طرف سے

(نوٹ: خط 7 مارچ 2007ء کو تحریر کیا گیا تھا۔ عنوان تھا:

A Letter from a Christian to Muslim Women جس وقت دجالی ریاست

اسرائیل لبنان پر حملہ آور تھی اور محترمہ جوانا فرانسس اس

جنگ کی کوریج کر رہی تھیں۔ وہ لبنانی خواتین کو زخمی ہونے

کے باوجود پردے کا خیال کرتے ہوئے دیکھ کر بہت متاثر

ہوئی تھیں۔ اس لیے انہوں نے خط کی ابتدا میں انہی خواتین

کا ذکر کیا ہے۔ مکمل خط پڑھنے کے لیے لنک حاضر ہے:

<https://islamcompass.com/>

message-from-the-american-

feminist-journalist-

joanna-francis-to-muslim-women/

#gsc.tab=0



دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن بھل کے مبتدی رفیق

محترم اقبال احمد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، گل شت کے مبتدی رفیق

محترم ڈاکٹر قمر الزمان کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-6522996

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور

پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے

بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا

فِي رَحْمَتِكَ وَحَابِسْهُمَا جَنَّاتِ اَدْنٰی

خاندان کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھنے والی ایک مکمل شخصیت ہے۔

وہ مسلمان خواتین سے کہتی ہیں کہ اگر دنیا آپ سے پوچھے کہ حجاب کیوں؟ حیا کیوں؟ خاندان کیوں؟ نکاح کیوں؟ بچوں کی پرورش کیوں؟ تو آپ کو اپنی تہذیب اور اقدار پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

"ہم سے وہ غلطی نہ دہرائیں"

اس خط کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ جوانا فرانسس

مسلمان خواتین کو اپنے معاشرے کی عابری چمک سے

متاثر ہونے کے بجائے اس کے اندر جھانکنے کا مشورہ دیتی

ہیں کہ وہ اندر سے کس قدر کھوکھلا ہے۔

وہ کہتی ہیں کہ ہم نے آزادی کے نام پر بعض ایسی

چیزیں قبول کر لیں جنہوں نے ہمارے خاندان کمزور

کیے، رشتوں کو غیر محفوظ بنایا اور عورت کو اس کے اصل وقار

سے دور کیا۔ اس لیے مسلمان خواتین کو چاہیے کہ وہ وہی

غلطی نہ دہرائیں۔

وہ انہیں مخاطب کر کے کہتی ہیں:

"ہم عیسائی عورتوں کو آپ کی ضرورت ہے کہ آپ ہمارے

لیے ایک مثال بنیں، کیونکہ ہم راستہ بہک چکی ہیں۔"

یہ دراصل ایک ایسے معاشرے کی انتہائی تعلیم

یافتہ خاتون کا اعتراف ہے، جسے دنیا طویل عرصے سے

جدیدیت، آزادی اور ترقی کی علامت سمجھتی رہی ہے، مگر

جس کے اندر سے ایک آواز اٹھ کر کہتی ہے کہ عورت کی

آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنی حیا، اپنی عزت، اپنے

خاندان اور اپنے جذبات کی حفاظت سے دست بردار

ہو جائے۔

خط کے اختتام پر وہ مسلمان خواتین کو ایک نہایت

معنی خیز مثال دیتی ہیں کہ پاکیزگی ایک ایسی نعمت ہے

جسے ضائع ہو جانے کے بعد پہلے جیسی حالت میں واپس لانا

آسان نہیں۔ اس لیے عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی پاکیزگی

اور نعمت کی حفاظت پوری احتیاط سے کرے۔

اور یہی اس پورے خط کا خلاصہ ہے:

اپنی شناخت سے شرمندہ نہ ہوں۔ اپنے پردے کو

قید اور حیا کو بوجھ نہ سمجھیں۔ اپنے خاندان کو قید نہ سمجھیں

اور آزادی کے ہر دعوے کو اس وقت تک قبول نہ کریں

جب تک یہ نہ دیکھ لیں کہ وہ آپ سے کیا چھین رہا ہے۔

کیونکہ مغربی عورتیں جس راستے پر چلیں، ضروری نہیں کہ

عقل مند بادشاہ

یا سر محمود

پیارے بچو! آج ہم آپ کو ایسے ملک کے بارے میں بتاتے ہیں جہاں حکمران بنانے کا طریقہ بہت انوکھا تھا۔ وہ ہر سال کے پہلے دن اپنا بادشاہ بدل لیتے تھے۔ سال کے پہلے دن جو بھی سب سے پہلے ملک کی حدود میں داخل ہوتا تو اسے نیا بادشاہ بنا لیتے تھے اور موجودہ بادشاہ کو "علاقہ غیر" یعنی ایسی جگہ چھوڑ آتے جہاں صرف سانپ بچھوڑے جاتے اور کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا۔ اگر وہ سانپ بچھوڑے سے کسی نہ کسی طرح بچ جاتا تو بھوک پیاس سے مر جاتا۔ کتنے ہی بادشاہ ایسے ہی ایک سال کی بادشاہی کے بعد اس "علاقہ غیر" میں جا کر مر کھپ گئے۔ چنانچہ جب سال ختم ہوا اور نئے سال کے پہلے دن دور دراز کے علاقے سے ایک نوجوان اس ملک میں داخل ہوا، لوگوں نے اسے دیکھا تو بادشاہ سلامت، بادشاہ سلامت کے نعرے لگاتے ہوئے اسے ملک میں لے گئے اور بادشاہ کی ٹکری پر بٹھا دیا۔ وہ حیران ہوا اور خوش بھی۔ نوجوان کو جب کچھ سکون ملا تو اس نے پوچھا: مجھ سے پہلے جو بادشاہ تھا اس کا کیا ہوا؟ اور باریوں نے بتایا کہ اس ملک کا قانون ہے کہ سال کے آخر میں اس ملک میں پہلی مرتبہ داخل ہونے والے اجنبی انسان کو ہم صرف ایک سال کے لیے بادشاہ بناتے ہیں اور سال گزرنے کے بعد یہاں سے دور ایسے جنگل میں چھوڑ آتے ہیں جہاں وہ اگر بھوک سے نہ بھی مرے تو وہاں کے سانپ، بچھوڑے اور درندے اسے مار ڈالتے ہیں اور اس طرح وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

نوجوان نے جب یہ سنا تو بہت خوف زدہ ہوا لیکن پھر خود کو سنبھالتے ہوئے کہا: مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں پر آپ ہر بادشاہ کو ایک سال بعد چھوڑ کر آتے ہیں چنانچہ لوگ اسے وہاں لے گئے اس جگہ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اس نے اپنی ایک سال کی بادشاہت میں اس ملک میں بہت اچھے اچھے کام کئے۔ لوگوں کو ہر طرح کا آرام پہنچایا اور شہر سے لے کر اسی جنگل تک ایک خوب صورت شاہراہ (سڑک) تیار کرائی اور اس کے کناروں پر بہت ساری کھانے پینے کی دکانیں بنوائیں اور دروازے لوگوں کو لا کر یہاں بسا دیا۔ جنگل کے بچوں کو بھی ایک خوبصورت محل بھی تعمیر کروایا۔ اور گرد و مضبوط فیصل بنائی۔ وہ جنگل جسے دیکھ کر لوگوں کو ڈر لگتا تھا اب ایک خوب صورت شہر بن چکا تھا جسے دیکھنے کے لیے لوگ دور دور سے آنے لگے۔

جب اس کی بادشاہت کا ایک سال مکمل ہوا تو اس نے کہا: مجھے بھی وہاں چھوڑ آؤ جہاں تم لوگ دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر آتے تھے۔ تو لوگوں نے کہا: آج سے آپ ہمارے مستقل بادشاہ ہیں۔ ہم وہاں ان بادشاہوں کو چھوڑ کر آتے تھے جو اپنی ایک سال کی بادشاہت کی خوش حال زندگی پا کر بعد کی زندگی کو بھول جاتے تھے کہ انہیں وہاں بھی جانا ہے جہاں کوئی انسان نہیں ہے صرف سانپ بچھوڑے اور درندوں کا ٹھکانہ ہے۔ جبکہ آپ اپنی ایک سالہ بادشاہت میں بعد کی زندگی کو نہیں بھولے اور اس کے لیے پہلے ہی سے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔ آپ عقل مند اور ذرا تدبیر مند انسان ہیں۔ اس لیے اب آپ ہی ہمارے بادشاہ رہیں گے۔

پیارے بچو! اس انوکھے ملک کا نام دینا ہے۔ اور نیا بادشاہ ہم ہیں۔ علاقہ غیر قبر ہے۔ دنیا والے ہمیں قبر تک چھوڑ آئیں گے۔ کیا ہم نے وہاں کے لیے محل، باغات تیار کر لیے ہیں۔ یا دنیا کی چند روزہ زندگی کی بیش و عشرت میں مصروف ہیں۔ دنیا کی زندگی کی مدت چند سال ہے اور آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ آخرت کی زندگی اسی شخص کی اچھی

رہے گی جو یہاں نیک عمل کرے گا اس کا فائدہ اُسے قبر میں، میدان محشر میں، جنت میں ہر جگہ نظر آئے گا اور اگر دنیا کی زندگی کو اچھا نہ بنایا نیک کام نہ کئے تو اس کے نقصانات قبر، میدان محشر، دوزخ ہر جگہ تکلیف و عذاب کی صورت میں برداشت کرنے ہوں گے۔ عقل مند وہ ہے جو اس تھوڑی سی زندگی کو اچھے کاموں میں گزارے تاکہ بعد کی زندگی جو ہمیشہ کے لیے ہے وہ اچھی اور عمدہ رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! ﴿﴾

گوشہ انسداد سود

پاکستان میں انسداد سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے بہتر) ضمیمہ (III)

اس خیال است و محال است وجوہ!

امت مسلمہ کے لیے حرمت ربا کا حکم اس خطبہ سے سات آٹھ برس قبل ہی غزوہ اُحد کے موقع پر نازل کردہ سورہ آل عمران کی آیت 30 سے ذریعہ نازل ہو چکا تھا۔ گویا لگ بھگ سات آٹھ برس کا عرصہ درمیان میں ہے جس میں حرمت ربا کے ضمن میں اہم ہدایات، تفصیلی احکام اور متبادل انتظامات سامنے لائے جا چکے تھے۔ مختلف اقسام کے باطل و فاسد طریقہ ہائے بیع و شراء کی وضاحت بھی بیان ہو چکی تھی۔ مکی لین دین اور سودے سودی قرار دے کر لوٹائے جا چکے تھے اور مسلمانوں کو اس بارے میں انفرادی طور پر متعدد بار تہنیتی وعیرائے میں تہذیباً اور اب گویا وقت آچکا تھا کہ ریاست اسلامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے سود کے جملہ معاہدات کو null and void قرار دے کر اس استحصالی عنصر کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی جائے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ خطبہ جتہ الوداع کے بعد سے امت محمدیہ رضی اللہ عنہا میں سودی لین دین کا اسی طرح سے خاتمہ ہو گیا جیسے جزیرہ نمائے عرب سے شرک کا کامل خاتمہ ہوا۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ اب اسلام انفرادی معاملات سے آگے بڑھ کر اجتماعیات پر بھی محیط ہو چکا تھا۔ ایسا محیط کہ پھر انفرادیت اور اجتماعیت کے مابین من و تو کی قید اور امتیاز ہی باقی نہ رہا۔ لہذا الفاظ قرآنی:

﴿الْيَوْمَ يَنْتَسِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَّتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٥﴾ (المائدہ)

”آج تمہارا دین سے ناامید ہو گئے، خبردار تم ان سے نہ ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔ پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی رغبت کی بنا پر ایسا نہ کیا ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔“ (جاری ہے)

بحوالہ: ”انسداد سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال“ از حافظ عاظمیٰ وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1623 دن کر رکھا!

اخبار اسلام

فہرست مال کیلئے (مکتوبہ فریڈلینڈ)

● غزو میں جنگ بندی کے باوجود انسانی بحران بدستور سنگین ہے۔ جنگ بندی کے 335 دنوں میں طے شدہ امدادی مقدار کا بمشکل ایک تہائی سلمان غزو پہنچ سکا، جبکہ ایندھن کی فراہمی تقریباً 15 فیصد رہی۔ 11 ستمبر کو روزانہ 600 امدادی ٹرکوں کے وعدے کے مقابلے میں صرف 15 ٹرک غزو میں داخل ہوئے جبکہ ایندھن کا ایک بھی ٹرک نہیں پہنچا۔ فلسطینی وزارت صحت کے مطابق 7 اکتوبر 2023ء سے جاری اسرائیلی جارحیت میں شہداء کی مجموعی تعداد 74018 اور زخمیوں کی تعداد 175079 ہو گئی ہے۔ 11 اکتوبر 2023ء کو نافذ ہونے والی جنگ بندی کے بعد بھی 1451 فلسطینی شہید اور 4964 زخمی ہو چکے ہیں، جبکہ 834 شہداء کی لاشیں طے سے نکالی جا چکی ہیں۔

● رواں سال کے آغاز سے اب تک تقریباً 30 ہزار یہودی آبادکار 180 مرتبہ مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر حرمِ دی رسومات ادا کر چکے ہیں۔ حال ہی میں اسرائیلی قومی سلامتی کے وزیر ایتھار بن گویر نے سینکڑوں یہودی آبادکاروں کے ہمراہ مسجد اقصیٰ کی مغربی دیوار پر حرمِ دی عبادات ادا کیں۔ رواں برس مسجد اقصیٰ کو 40 دن تک مکمل بند رکھا گیا، عبادت کے اوقات میں تہذیبیاں کی گئیں اور بعض حصوں کو نمازیوں سے خالی کرانے کی کوشش کی گئی۔

● قطر کے وزیر اعظم و وزیر خارجہ شیخ محمد بن عبدالرحمن آل ثانی نے کہا ہے کہ غزوہ جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے پر عمل درآمد میں اسرائیلی وزیر اعظم متن یاہو بڑی رکاوٹ ہیں۔ اسرائیلی معاہدے کے تحت فتنہ داریاں پوری نہیں کر رہا اور غزوہ کے 70 فیصد سے زائد رقبے پر اسرائیلی فوج کی موجودگی برقرار ہے۔

● حماس کے رہنما قلیل الحویہ نے کہا ہے کہ تنظیم گزشتہ اکتوبر ایک ایسے روڈ میپ پر اتفاق کر چکی ہے جس میں غزوہ جنگ بندی کے پہلے مرحلے کی تکمیل کے بعد فلسطینی ریاست کے قیام تک پیش رفت شامل ہے۔ مجوزہ منصوبے میں ہتھیاروں کا معاملہ بھی شامل ہے اور حماس فلسطینی انتخابات میں قومی اتحاد کے تحت شرکت پر آمادہ ہے۔ ترجمان حازم قاسم نے پارلیمانی انتخابات کے لیے کاغذات نامزدگی کی مدت 13 اکتوبر تک بڑھانے پر فلسطینی اتھارٹی پر انتخابی عمل میں بیرونی مداخلت کا الزام عائد کیا ہے۔ واضح رہے کہ محمود عباس نے 9 جولائی کو صدارتی فرمان کے ذریعے 28 نومبر 2026 کو فلسطینی قانون ساز کونسل کے انتخابات کی تاریخ مقرر کی تھی۔

● شمالی لبنان کے مہاجر کیپ نمبر البارو میں ہزاروں فلسطینی پناہ گزینوں نے "شہداء سے وفا کا تہوار" میں شرکت کی جس میں شہداء کے اہل خانہ، فلسطینی دھڑوں اور لبنانی جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے۔

● تاجاگر ریاست اسرائیل کے وزیر اعظم متن یاہو نے خفیہ دورے کے دوران ابونعلیجی میں صدر محمد بن زاید سے تنہائی میں ملاقات کی۔ یہ دورہ اسرائیلی انتخابات سے تقریباً ایک ماہ قبل سامنے آیا ہے۔ قبل ازیں اسرائیلی اخبار "ہارٹز" نے دعویٰ کیا تھا کہ 17 اکتوبر کے واقعات سے قبل محمد بن زاید نے متن یاہو کو حماس کے ممکنہ حملے کے بارے میں خبردار کیا تھا، تاہم متن یاہو کے دفتر نے اس رپورٹ کو جھوٹ قرار دیا تھا۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی گہرائی تک اثر

شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیر پا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت



میرا با اعتماد انتخاب

شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو



JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
☎ 0304 706 1265
jri.com.pk

ACEFYL cough
syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

**PAKISTAN'S
MOST
PRESCRIBED
COUGH SYRUPS**

Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road,
Karachi - 74200



+92 21 - 111 742 762



+92 21 - 2636313



info@nabiqasim.com



www.nabiqasim.com

**your
Health**
our Devotion